

اسلام میں قانون ٹارٹ کا تصور

ڈاکٹر لیاقت علیخان نیازی

ٹارٹ کی جامع اور مستند قانونی تعریف مشہور ماہر قانون سامنڈ (SALMOND) نے یوں کی ہے:

"Civil wrong for which the remedy is a common law action for unliquidated damages, and which is not exclusively the breach of a contract or the breach of a trust or other merely equitable obligation".^۱

ٹارٹ سے مراد کسی ایسے فرض کی خلاف ورزی ہے جو کسی معاہدے کی بنا پر عائد نہ ہوا ہو اور جس کے نتیجے میں کسی ایسے قطعی فرض کی خلاف ورزی ہو جس کا کہ کوئی دوسرا شخص حق دار ہو یا کسی شخص کے کسی محدود ذاتی، شخصی، خانگی حق کی خلاف ورزی کی وجہ سے خاص نقصان پہنچے یا اس خلاف ورزی کی وجہ سے عام افراد کو نقصان پہنچے۔

وینفلڈ (WINFIELD) کے نزدیک ہر وہ فعل ٹارٹ ہے جس کے سرزد ہونے سے مدعی کو عدالت سے ہرجانہ ملتا ہے۔^۲

ٹارٹ (TORT) انگریزی زبان کے لفظ (WRONG) سے ملتا جلتا ہے۔ لفظ ٹارٹ لاطینی زبان کے لفظ (TORTUM) سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ٹیڑھے

1. Salmond & Heuston, Law of Torts, Sweet and Maxwell (London, 1981) p. 11.

2. Winfield & Jolowicz, Tort, Sweet and Maxwell, (London 1975), p. 11.

کے ہیں۔ ٹارٹ کو (CIVIL INJURY) یا (CIVIL WRONG) کہا جاسکتا ہے یعنی ایسا نقصان جس سے مدعی عدالت میں دعویٰ کر کے اپنی حق تلفی کا ازالہ کرائے اور معاوضہ (DAMAGES) کا حق دار ٹھہرے۔ برطانیہ سمیت تمام یورپی ممالک نیز امریکہ اور آسٹریلیا میں اس قانون کی بڑی اہمیت ہے۔ مشینی دور میں جس قدر ایجادات ہو رہی ہیں، قانون ٹارٹ کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔ کمپیوٹر کے آنے سے اور اس قسم کی اختراعات سے نت نئے قانونی مسائل جنم لے رہے ہیں۔ چاہے کار کا حادثہ ہو جائے یا کسی فیکٹری میں کسی مزدور کا ہاتھ کٹ جائے یا موت واقع ہو جائے، پریس میں کسی کی گھڑی اچھالی جائے یا کارخانے کی کسی ناقص خوراک سے کسی استعمال کرنے والے کو کوئی تکلیف پہنچے یا پڑوسی دوسروں کو اونچی آوازوں سے ایذا پہنچائیں، قانون ٹارٹ ہر حال میں مدعی کو تحفظ دیتا ہے۔

جناہ کا تصور:

فقہ اسلامی میں (TORT) کا متبادل لفظ (جناہ) ہے۔ بقول ڈاکٹر مصلح الدین ”یہ افسوس کا مقام ہے کہ جدید فقہاء نے فقہ اسلامی کے ہر قانون کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے لیکن (TORT) پر بہت کم کام ہوا ہے۔“ تاج العروس میں (جناہ) کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:-

”الجنایۃ الذنب والحرم ما یفعله الانسان مما یوجب علیہ العقاب او القصاص فی الدنیا والآخرۃ“ ۱

1. Dr.M.Musleh-ud-Din, Concept of Civil Liability in Islam and the Law of Torts, Islamic Publications Ltd., Lahore, 1980. p. 1.

۱۔ امام السید محمد رفیع الزبیدی، تاج العروس جلد دہم، دارالسیال نشر و لتوزیع، بن غازی ۱۹۶۶ء، ص ۱۱۴

یعنی جنایہ سے مراد ایسا گناہ اور جرم ہے جسکے کرنے سے انسان پر اس دنیا میں سزا یا قصاص واجب ہو جاتا ہے اور آخرت میں بھی مستحق عذاب ہوتا ہے۔
امام سرخسی فرماتے ہیں:

اعلم بان الجنایة اسم لفعل شرعا سواء حمل بمال أو نفس
ولکن فی لسان الفقہاء یراد باطلاق اسم الجنایة الفعل
فی النفوس والاطراف فانہم خصوا الفعل فی المال باسم
وهو الغصب والحرف غیرہ فی سائر الاسامی ثم الجنایة
علی النفوس نہایتہا ما یکون عمدا محضا فانہما من اعظم
المحرمات بعد الاشراک باللہ تعالیٰ؛ ۱۰

”جنایت نام ہے کسی کے مال یا جان کو حلال سمجھنا لیکن فقہاء کی اصطلاح میں
جنایت کا فعل صرف انسان کی جان یا اس کے اعضاء سے متعلق ہے کیونکہ
مال کی جنایت کے لئے اصطلاح میں غصب کا لفظ استعمال ہوتا ہے جنایت
فی النفس کی انتہا جان بوجھ کر کسی جان کو تلف کرنا ہے اور یہ شرک کے بعد سب سے
بڑا گناہ ہے۔“

ولیم لین (William Lane) نے جنایہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے؛
"Janaya (جنایة) primarily, means the act
of gathering plucking or taking from a
tree, fruit. It generally signifies
crime, an offence, or an injurious action
for which one should be punished; or an
action that a man commits requiring
punishment or retaliation to be
inflicted upon him to the present world
or in the world to come" ۱۲

۱۰ لہ سرخسی کتاب المبسوط، مطبع السعاری (مصر)

2. Edward William Lane. Arabic-English
Lexicon, Book 1, Part 2, Islamic Book
Centre, Lahore, 1978, p.472.

نقوی لحاظ سے جناية کا مطلب ہے اکھٹا کرنا یا توڑنا یا کسی درخت سے پھل توڑنا۔
 عمومی طور پر اس سے مراد جرم ہے یا ایسا ضرر رساں فعل جس کی وجہ سے سزا دی جائے یا
 کسی ایسے فعل سے بھی اسے تعبیر کیا جاسکتا ہے جس کی وجہ سے سزا دی جائے یا مدعا علیہ
 پر قصاص واجب ہو جائے۔ یہ سزا اس دنیا میں بھی ہو سکتی ہے اور آخروی دنیا میں بھی۔
 علامہ مرغینانی نے کتاب الہدایہ میں (Thomas Patric Hughes) نے
 (A Dictionary of Islam) اور سر عبد الرحیم نے (Muhammadan Jurisprudence) میں مندرجہ بالا
 مفہوم کو پیش نظر رکھا ہے۔ بعض دفعہ ایک جرم (CRIME) بھی (TORT) کے زمرے
 میں آجاتا ہے اور اس کے ارتکاب سے فوجداری اور دیوانی مقدمات کیے جاسکتے ہیں
 مثلاً کسی کی ہتک عزت۔ اس صورت میں ازالتہ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کا دعویٰ
 کیا جاسکتا ہے۔

ابن رشد نے 'جناية' کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں:

(۱) انسان سے متعلقہ ٹارٹ مثلاً قتل کر دینا۔

(۲) انسانی اجزاء کے خلاف ٹارٹ مثلاً جسم کاٹنا۔ ٹکڑے کرنا۔

(۳) ہتک عزت

(۴) زنا اور زنا بالجبر

(۵) جنایات بر جائیداد مثلاً غصب، چوری، ڈاکہ، دھوکہ دہی۔ بددیانتی اور غبن۔

ابن نجیم نے دوسروں کی تعحیک، غیبت اور اس قسم کے زرائع کو 'جناية' میں شامل

کیا ہے۔ اسقاط حمل جس کا قانونی جواز نہ ہو۔ وہ بھی ابن نجیم کے نزدیک قابل گرفت ہے

1. Charles Hamilton, Hedaya, Lahore, 1975
 p. 659-60.

2. Thomas Patric Hughes, A Dictionary of
 Islam, Lahore, p. 248.

3. Sir Abdul Rahim, Muhammadan Jurisprudence,
 All Pakistan Legal, Decisions, Lahore,
 1977, p. 352.

اور جنین کو ہلاک کرنے کا تاوان مدعی یا مدعیہ کو ادا کرنا ہوگا۔ لہ

علامہ کاسانی نے جنایات کی دو اقسام تحریر کی ہیں۔ لہ

(۱) جنایات برجاثا ادا۔ غضب اور اٹلاف۔

(۲) انسانی جان سے متعلقہ جنایات۔

ابن قیم نے (TORT) کے لیے تعدی کا لفظ استعمال کیا ہے

ایک اور ماہر لسانیات (SPIRO SOCRATES) نے لکھا ہے۔

"The fact is that the line which

divides the two kinds of wrongs, torts

and crime is sometime very narrow in

Islamic Jurisprudence. Most of the

lexicographers translate (جنایہ)

crime"

حقیقت تو یہ ہے کہ ٹارٹ اور جرم کے درمیان حد فاصل فقہ اسلامی میں بعض دفعہ بہت تنگ ہو جاتی ہے۔ اکثر لغات کے ماہر جنایہ کو جرم کے معنوں میں استعمال کرتے ہیں؛

بعض فقہاء نے ٹارٹ کے لئے "ضمان" کا بھی لفظ استعمال کیا ہے۔ لیکن یہ

مکمل طور پر ٹارٹ کا متبادل نہیں ہے۔ قانون ٹارٹ مکمل طور پر فقہ اسلامی میں موجود ہے۔ لیکن قدیم اصطلاحات میں یہ فتاویٰ میں جگہ جگہ بکھرا پڑا ہے۔ مغرب میں قانون ٹارٹ نے جنم چند صدیوں سے لیا جبکہ فقہ اسلامی میں فقہاء نے اسے مختلف اصطلاحات میں استعمال کیا جیسے کتاب الجنایات، کتاب القصاص والدیات، کتاب الحدود وغیرہ وغیرہ۔

لہ ابن نجیم: بحر الرائق - آٹھویں جلد - قاہرہ - صفحہ ۲۸۶۔

لہ کاسانی: بدائع الصنائع، مطبع جمالیہ، قاہرہ ۱۳۲۸ ہجری صفحہ ۲۳۳۔

لہ ابن قیم: اعلام الموقعین: جلد چہارم - ادارہ طباعت المنیریہ - قاہرہ صفحہ ۲۲۔

4. Spiro Socrates, An Arabic-English Dictionary of the Colloquial Arabic of Egypt _____ Du Liban, (Beirut), p. 110.

کہتے ہیں کہ : Maurice Gaudefroy Dem.Mbynes

"Muslim law recognised two categories of crime. The first are of human and private nature; they are subject to the law of the talio and of ransom. The second class includes theft, brigandage, extra-marital sexual relations, apostasy, wine drinking." ۱

اسلامی قانون میں جرائم کی دو اقسام رائج ہیں۔ پہلی وہ قسم ہے جو حقوق انسانی اور ذاتی نوعیت کے حقوق سے متعلقہ ہے۔ یہ قسم قانون قصاص و دیت کے ضمن میں آتی ہے۔ جرم کی دوسری قسم سرقت، حلابہ، زنا، ارتداد اور حد شراب نوشی ہے۔ بقول (JOSEPH SCHACHT) جہاں تک فقہ اسلامی میں قانون ٹارٹ کا تعلق ہے جنایات میں قتل، اعضاء کا کاشنا یا تلف کر دینا اور جائیداد میں مداخلت غضب اور اطلاق سب شامل ہیں۔ جنایات سے متعلق قانون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ یہاں حقوق العباد کا خیال رکھا جاتا ہے اگر دوسروں کے حقوق سلب ہوں تو معاوضہ ملتا ہے تاؤ تیکہ مدعی معاف کر دے۔

وہ ایک جگہ رقمطراز ہے :

"The approach to Islamic law to the Jinayat i.e. HOMICIDE, bodily HARN and damage to property is thorough different". ۲

فقہ اسلامی کا نقطہ نظر جنایات کے بارے میں بالکل مختلف ہے۔ جنایات سے مراد قتل انسان، اعضاء کا نقصان اور جنایات بر جائیداد ہیں۔

1. Maurice Gaudefroy Dem.Mbynes, Muslim Institution, translated from French by John P.MacGregor, George Allen and Unwin Ltd., London, 1950. p. 155.
2. Joseph Schacht, An introduction to Islamic law, Oxford, 1964. p. 177-178.

حدود و تعزیرات ٹارٹ سے مختلف ہیں؛

فقہ اسلامی میں مندرجہ ذیل حدود ہیں:

- (۱) زنا۔
- (۲) سرقہ۔
- (۳) حرایہ۔
- (۴) شراب نوشی
- (۵) قذف
- (۶) ارتداد

ان میں سے صرف حدِ قذف (TORT) کے زمرے میں آتی ہے۔ کیونکہ اس سے مدعی یا مدعیہ کی نہ صرف ہتکِ عزت ہوتی ہے۔ بلکہ خاندان کی شہرت خراب اور برباد ہوتی ہے۔ بعض جرائم ٹارٹ بھی ہوتے ہیں جیسے چوری یہ جنایات بر جائیداد کے زمرے میں آتی ہے۔ غضب اور اتلاف (TORT) ہیں اگر جائیداد یا مال چوری کیا جائے تو یا تو غضب ہوگا یا اتلاف۔ مدعی فوجداری کارروائی کے ساتھ ساتھ دیوانی کارروائی کا بھی سہارا لے سکتا ہے۔ بعض تعزیرات مثلاً قتل یا چوٹیں یا زخم لگانا (TORT) بھی ہیں لہذا مدعی فوجداری اور دیوانی کارروائی کر سکتا ہے۔

جرم اور ٹارٹ میں فرق ۱

جرم (CRIME) معاشرہ کے اجتماعی حقوق میں مداخلت بے جا ہے۔ اس کے بڑے اثرات صرف ایک شخص پر نہیں بلکہ پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔ جرم کی صورت میں ملزم کو قید و بند و جرمانہ کی سزا جھکتنا پڑتی ہے۔ مجرم پر مقدمہ چلانا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ مجرمانہ افعال مضروب یا اس کے لواحقین معاف نہیں کر سکتے۔ جرم میں صرف فوجداری

عدالت ہی میں مقدمہ دائر ہو سکتا ہے جرم کی ہر صورت عمومی حق میں مداخلت تصور کی جاتی ہے۔ اس لئے مستغیث کی صوابدید پر مقدمہ یا استغناشہ نہیں چھوڑا جاسکتا ہے ٹارٹ ایک فرد کے خانگی حقوق پر حملہ ہوتا ہے سارا معاشرہ اس کے بُرے اثرات سے محفوظ رہتا ہے۔ ٹارٹ میں مدعا علیہ جس فعل بے جا کا ارتکاب کرتا ہے جرمانہ (DAMAGES) یا تادان (COMPENSATION) ادا کر کے بچ جاتا ہے۔ ٹارٹ میں مدعی خود مقدمہ دائرہ کرتا ہے اور راضی نامہ بھی ممکن ہے۔ حملہ کی صورت میں یا باقی چند صورتوں میں مقدمہ چلانے کا بھی حق ہوتا ہے۔ مدعی انزالہ حیثیت عرفی (DEFAMATION) کی صورت میں دیوانی دعوای بھی دائر کر سکتا ہے۔ اسی طرح ساتھ ساتھ فوجداری کارروائی بھی کی جاسکتی ہے۔ (CROSS & JONES)

نئے جرم کی یہ تعریف بیان کی ہے:

"A crime is a legal wrong the remedy for which is the punishment of the offender at the instance of the State".¹

”جرم ایک ایسا فعل ہے جس کے ارتکاب کرنے پر مجرم کو حکومت سزا دیتی ہے“

بقول سید ریاض الحسن:

"Crime is, therefore, act or omission in which some provision of Divine law is violated and punishment has been provided for that"²

”جرم سے مراد ایسے فعل کا ارتکاب یا اُس فعل کا ترک کر دینا ہے جس سے احکام شریعیہ کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور جس کی وجہ سے سزا مقرر

1. Cross and Jones: Introduction to Criminal Law, Butterworths, London, 1968. p.9
2. Syed Riazul Hassan, The Reconstruction of Legal Thought in Islam, Lahore, p. 195.

ہوتی ہے۔“

(Smith and Hogan) کے خیال کے مطابق فوجداری قانون کا یہ دائرہ کار نہیں کہ لوگوں کی ذاتی زندگیوں میں مداخلت کی جائے۔ بلکہ جرم سے معاشرے پر بڑا اثر پڑتا ہے تو صرف اس صورت میں فوجداری قانون حرکت میں آتا ہے۔
محمد اقبال صدیقی اپنی کتاب (The Penal Law of Islam) میں لکھتے ہیں کہ معاشرے میں امن و امان قائم کرنے کے لئے اسلامی قوانین فوجداری بڑا اہم کٹارا دکھاتے ہیں اور کسی سے بے انصافی نہیں ہوتی۔

ٹارٹ اور خلاف ورزی معاہدہ میں فرق

ٹارٹ عمومی حق کی خلاف ورزی ہے جس سے سارا معاشرہ متاثر ہوتا ہے لیکن خلاف ورزی معاہدہ کسی شخص یا ذاتی نوعیت کے حق کی خلاف ورزی ہے۔ معاشرہ کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ ٹارٹ عام معاشرے کا محافظ ہے جبکہ معاہدہ فریقین کا محافظ ہے۔ ٹارٹ میں معاوضہ کا تعین پہلے سے نہیں ہوتا جبکہ معاہدہ میں متعین ہوتا ہے۔ افعال بے جا کی شدت ٹارٹ کے ہر جانہ یا تاوان کا تعین کرتی ہے۔ ایک ہی واقعہ ایک ہی وقت میں ٹارٹ بھی ہو سکتا ہے اور جرم اور معاہدہ کی خلاف ورزی بھی۔ مثلاً میں نے اپنا کوٹ ڈرائی کلین کے لئے دوکان پر دیا۔ دوکان دار کا ملازم اس کوٹ کو چوری کر کے بھاگ گیا۔ اس صورت میں میں ٹارٹ کے تحت بھی دعویٰ کر سکتا ہوں، چونکہ معاہدہ تھا اس لئے قانونی معاہدہ کے تحت بھی مالک کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہوں اور چوری ہونے کی صورت میں فوجداری کاروائی بھی کی جاسکتی ہے لہذا بعض ٹارٹ قانون معاہدہ اور جرم سے ملتے جلتے ہیں۔ لیکن ٹارٹ قانون کی ایک علیحدہ شاخ ہے جس کی تفصیل

1. Smith and Hogan, Criminal Law, Butterworths, London, 1987, p. 18-20.

2. Muhammad Iqbal Siddiqui, The Penal Law of Islam, Kazi Publications, Lahore, 1979. p. 1.

بعد میں بیان کی جائے گی۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد؛

حقوق اللہ تو عبادات سے متعلقہ ہیں۔ حقوق العباد اور ٹارٹ کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ آصف فیضی نے اپنی کتاب (Outlines of Muhammadan Law) میں پروفیسر

(OSTROG) کا حوالہ دیا ہے۔ پروفیسر موصوف اپنے لیکچر (The Angora Reform) میں بیان کرتے ہیں کہ اسلام نے حقوق العباد (Rights of Man) کا جو عمدہ تصور

دیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حقوق العباد کے ذریعے سے نسل انسانی کی حریت محفوظ ہوئی جائیداد کو تحفظ ملا، جان کی حفاظت کا حق ملا اور حتیٰ کہ غیر مسلموں اور اقلیتوں کو بھی

اس وقت حقوق ملے جب انکا مغرب تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ مغرب کو ان کے متبادل اصول تلاش کرنے کے لیے ایک ہزار سال انتظار کرنا پڑا۔ یہودی پروفیسر

اوریل ہیڈ (Prof. Uriel Heyd) نے حقوق العباد کو حق آدمی (HAQQ) کا نام دیا ہے جیسے کسی کو قتل کر دینا یا زخم لگانا ٹارٹ حقوق العباد کی خلاف ورزی اور

حق تلفی ہے لہذا قانون قصاص کے تحت قتل کی شکل میں مقتول کے وارث خون بہا لے سکتے ہیں۔ زخموں کی صورت میں مدعی یا مستغنیث قصاص کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

خون بہا کو فقہی اصطلاح میں دیت کہا گیا ہے۔

اگر حقوق العباد کے تصور کو سامنے رکھا جائے تو اسلام میں قانون ٹارٹ کی اہمیت

واضح ہو جاتی ہے۔ انسانی حقوق کسی صورت میں پامال نہیں کئے جاسکتے ہیں۔ نیز شرعی

صورت میں انسانی خون بہانا قابل گرفت اور قابل سزا ہے؛

1. Asaf A.A. Fyzee, 'Outlines of Muhammadan Law, Oxford University Press, 1964, p. 51-52.
2. Uriel Heyd, 'Studies in Old Ottoman Criminal Law, Oxford Clarendon Press, 1973, p. 205-7.

گناہ کا تصور

گناہ یا مصیبت کا تعلق ٹارٹ سے بہت گہرا ہے۔ گناہ دو قسم کے ہیں۔ صغیرہ اور کبیرہ۔ سو دخوری، قتل، زنا، شراب نوشی، سحر کرنا، جھوٹی قسمیں اٹھانا، قذف اور الزام تراشی، جھوٹی گواہی دینا شرک وغیرہ وغیرہ گناہ کبیرہ ہیں۔ تفصیل کے لئے عبدالرشید خان کی کتاب (Islamic Jurisprudence) ملاحظہ ہو۔ اے اگر کوئی شخص ٹارٹ کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ ایک طرف قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے دوسری طرف وہ آخرت میں سزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اگر کوئی شخص سزا سے اس دنیا میں بچ بھی جائے تو آخری دنیا میں اُس کی ہر صورت میں گرفت ہوگی۔ حتیٰ کہ وہ توبۃ النضوح نہ کر لے یا مدعی معاف نہ کر دے۔ اس لحاظ سے اسلام کا قانون ٹارٹ مغرب کے قانون ٹارٹ سے بہت مختلف ہے۔ آخری احتساب کا تصور انسان کی زندگی پر گہرا اثر چھوڑتا ہے اور حقوق العباد کے اتلاف کو روکتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی اقوام اخلاقی لحاظ سے دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ کبھی تو قدرت انہیں (AIDS) کی شکل میں مختلف قسم کی بیماریوں میں مبتلا کر کے سزا دیتی ہے اور کبھی ایسی ایسی بیماریوں میں گرفت کر دیتی ہے جو کبھی سُننے میں نہیں آئی تھیں۔ جنس پرستی کو ہی لے لیں۔ لواطت برطانیہ میں کوئی جرم نہیں اور ۱۹۶۷ء کے قانون کے مطابق اگر فاعل اور مفعول کی عمر ۲۱ سال سے زیادہ ہو تو رضامندی سے وہ ایک دوسرے سے لواطت کر سکتے ہیں لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ کھلی جگہ (Public Place) پر نہ ہو۔ اس جیٹانگ جرم کو قانونی تحفظ دینا موجودہ دور میں جنس پرستی کی ایک بدترین مثال ہے۔ پروفیسر این۔ جے۔ کلسن (N.J. Coulson) نے اپنی کتاب (Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence) میں ایک مشہور برطانوی مقدمے کا ذکر کیا ہے جو Shaw vs. The Director of Public کے نام سے مشہور ہے۔

(House of Lords) نے اس مقدمے کا فیصلہ ۱۹۶۲ء میں کیا۔ اس کے واقعات مختصراً بیان کرتا ہوں۔ ایک شخص (SHAW) نے ایک کتابچہ شائع کیا جس کا نام اس نے (Ladies Directory) رکھا اس میں برطانیہ کی طوائفوں اور بدکار خواتین کے پتے درج کیے۔

یہ کتابچہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا اور مسٹر شا کے خلاف مقدمہ درج ہو گیا۔ اس کے خلاف یہ جرم عائد ہوا کہ اس نے عوام الناس کے اخلاق کو تباہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ آخر کار (House of Lords) نے ملزم کے خلاف فیصلہ سنایا۔ پروفیسر گلن اس فیصلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اخلاق اور قانون کا گہرا تعلق ہے لہٰذا اس لحاظ سے مندرجہ بالا فیصلہ اچھا ہے کہ برطانوی قانون نے گناہ کے تصور کو پیش نظر رکھا۔ یہ تو فوجداری مقدمہ تھا۔ رہائش کا تعلق تو اس ضمن میں گزارش ہے کہ فقہ اسلامی میں ہر قانون معاشرے کی صحت اور اصلاح کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اور آخری سزا ملزم کو خوف دلاتی رہتی ہے۔ قرآن حکیم اور حدیث پاک میں جن سزاؤں کا ذکر ہے وہ انسان کی اصلاح کے لئے کافی ہیں۔

انسانی بنیادی حقوق تاریخ کے آئینے میں!

اہل مغرب کے نزدیک انسانی بنیادی حقوق کی تاریخ برطانیہ کے میگنا کارٹا (MAGNA CARTA 1215)

سے شروع ہوتی ہے لہٰذا بعد ازاں ۱۶۲۸ء میں (PETITION OF RIGHT) اور ۱۶۸۹ء میں (Bill of Rights) کے تحت کچھ بنیادی حقوق انسانیت

1. N.J.Coulson, Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence, Chicago Press, U.S.A. 1969, p.77-80.
2. Dr.Khalifa Abdul Hakim, Fundamental Human Rights, Institute of Islamic Culture, Lahore, 1955, p. 1-2.

کوٹے۔ یہ حقوق یورپین سیاست دانوں اور دانشوروں کی کاوشوں کا نتیجہ تھے۔ انقلاب فرانس کی وجہ سے جمہوریت نے جنم لیا۔ ۱۷۷۶ء میں American Declaration of

INDIPENDENCE لکھا گیا۔ چند سال بعد ۱۷۸۹ء میں

Declaration of HUMAN RIGHTS لکھا گیا۔ یہ سفرِ آزادی میں اہم سنگ میل تھے۔ جنگِ عظیم اول

اور دوم میں جس قدر بربریت اور انسانیت کو پامال کرنے کا بدترین ڈرامہ کھیلا گیا۔ وہ تاریخِ عالم کے لئے ایک بدترین داغ ہے۔ اقوام متحدہ اور لیگ آف نیشنز اپنے مقاصد میں ناکام رہیں۔ انجام کار ۱۹۴۸ء میں انسانی حقوق کا بنیادی منشور UNIVERSAL

Declaration of Human Rights) لکھا گیا جس پر ہر مغربی دانشور

سردھن رہا ہے۔ اس کے مقابلے میں تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی دفعہ انسانوں کے بنیادی حقوق کی نشاندہی کی۔ ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق مسلمانوں کے زوال کی وجہ سے ان کی تاریخ بھی دھندلی پڑ گئی۔ حالانکہ حقوقِ انسانی کا تصور پہلی دفعہ اسلام نے کیا تھا۔ خطبہ حجۃ الوداع میں آنحضرت صلعم نے انسانی حقوق کا منشور عطا فرمایا ابراہٹ بریقارٹ نے اسلامی تعلیمات کے احسانات، جو یورپ پر کئے گئے ہیں کا اپنی شہرہ آفاق کتاب THE MAKING OF HUMANITY میں ذکر کیا ہے، A.K. BROWN نے تحریر فرماتے ہیں کہ اقوام متحدہ اب انسانی بنیادی حقوق کی باتیں کر رہی ہے لیکن اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ منشور پیش کر دیا تھا۔ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے انسانیت کے نام ایک اہم پیغام کہا ہے اسے خطبہ حجۃ الوداع کے یہ الفاظ (جو شوکانی نے نیل الاوطار

1. Robert Briffault, The Making of Humanity, Islamic Book Foundation, Lahore, 1980. p. 185.
2. Abdul Hameed Siddiqui, The Life of Muhammad, Lahore, p. 29.

میں نقل کئے ہیں، انسانی اخوت کا پیغام ہیں اور ٹارٹ کے خلاف مکمل تحفظ کی ضمانت
ہیں :

يا ايها الناس ان ربكم واحد وان اباكم واحد - الا فضل لعربي
على عجمي ولا لعجمي على العربي ولا لاحمر على اسود ولا لاسود
على احمر الا بالتقوى" ۱۰

عدالت مظالم کی اہمیت

عدالت مظالم کو مشہور مستشرق (G. E. Grunebaum) نے
(Courts of Tort) لفظ کے نام سے پکارا ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
نظم اور استبداد کے خلاف چٹان بن کر دنیائے عالم میں تشریف لائے۔ آپ نے نظم
کی زنجیروں کو توڑ دیا۔ ارشاد ہوا :
الظلم ظلمات يوم القيامة ۱۱

کہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر آئے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے باقاعدہ طور پر ایک محکمہ قائم فرمایا تھا جس کا نام ولایت مظالم رکھا گیا۔ ولایت
مظالم سے مراد یہ ہے کہ آپس میں تعدی اور ظلم کرنے والے ہر دو فریق کو جسبلاً
عدالت میں پیش کر کے انصاف کرایا جائے۔ آنحضرت نے ایک مرتبہ خود اس
قسم کے مقدمے کا فیصلہ فرمایا اور حضرت زبیر بن العوام اور ایک انصاری میں زمین کے

۱۰ شوکانی، نیل الاوطار، جلد پنجم مصریڈیشن صفحہ ۷۰۱۔

2. G. E. Grunebaum, Islam in Nature and
Growth of a Cultural Tradition, Routledge
and Kegan Paul Ltd., London, 1955,
p. 150-152.

- لاہور صفحہ ۲۷۶ -

۱۱ امام بخاری، صحیح بخاری انگریزی ترجمہ از ڈاکٹر محمد محسن خان قاضی

سیراب کرنے کے متعلق جھگڑے کو نبٹایا لہ ماوردی نے الاحکام السلطانیہ میں لکھا ہے کہ مظالم عدالتیں سستا اور جلد انصاف لوگوں کو مہیا کرتی تھیں۔ حتیٰ کہ قاضی اور محتسب بھی مظالم عدالتوں کے روبرو جاہدہ ہوتے تھے۔ خلفائے راشدین کے دور میں مظالم عدالتیں بڑے موثر طریقے سے کام کرتی تھیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنے زمانے کے مشہور قاضی ابو ادریس الخوارزمی کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی قاضی کو اس عدالت کا سربراہ بنایا۔ حضرت عمرؓ نے قاضی القضاة ابو موسیٰ اشعری کو ان عدالتوں کا سربراہ بنایا تھا۔ اموی دور میں خلیفہ عبد الملک نے قاضیوں کو مظالم عدالتوں کا سربراہ بنایا۔ عباسی دور میں خلفاء نے فوجداری عدالتوں کا قیام کیا ان کا انچارج صاحب المظالم ہوتا تھا۔ سب سے بڑی عدالت دیوان النظر فی المظالم ہوتی تھی خلیفہ اس کی صدارت کرتا تھا اور لوگوں کی شکایات سنتا تھا۔ فاطمی دور میں خلیفہ المعز نے ناظر المظالم کا عہدہ قائم کیا۔ اس میں ملٹری گورنر وزیر اور قاضی اور فقہاء بیٹھ کر لوگوں کی شکایات کا ازالہ کرتے تھے۔ خلیفہ مامون بھی ان عدالتوں میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے انڈیا میں ۱۹۳ء سے لے کر ۱۹۵۲ء تک اور بعد ازاں ۱۹۵۳ء تک ان عدالتوں کی جھلکیاں ہمیں ملتی ہیں۔ بادشاہ خود ان کی سربراہی کرتا تھا۔

فقہ میں قانون ٹارٹ کی تدوین

قدآن حکیم علوم کا سرچشمہ ہے۔ قانون ٹارٹ پر متعدد آیات ہیں بعینہ حضور

لہ محمد احمد غازی و عبد الرحیم اشرف بلوچ، آداب القاضی، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد، ۱۹۸۳ء صفحہ ۹۰

۱۲۷ ماوردی، الاحکام السلطانیہ، قاہرہ ۱۹۶۶ء صفحات ۲۲۱ سے ۲۳۳ تک۔

3. Anwar Ahmad Qadri, Justice in Historical Islam, published by Sh. Ashraf Ali, Lahore, 1968, p.50-51.

اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے احکام الشریعہ کی تفسیر اور تشریح فرمائی۔ قرآن حکیم اور حدیث قانون ٹارٹ کے سرچشمے ہیں۔ اہل مغرب کا یہ دعویٰ کہ اسلامی قانون رومی قوانین سے ماخوذ ہے، قطعی طور پر غلط ہے۔ گولڈزیبر، وان کریم (Von Kremer) ایوس (AMOS) اور امیلو بوسی (EMILIO BUSSI) اور ڈاکٹر بروکمان کے نزدیک دین محمدی عیسیٰ کا چہرہ ہے، غلط ہے۔ ان کے خرافات و راصل اسلامی فقہ سے جہالت پر مبنی ہیں قوانین میں مشابہت ہو سکتی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ قانون ٹارٹ عیسائیت کا چہرہ یا رومی قوانین سے ماخوذ ہے۔ فقہ اسلامی کے ماخذ قرآن حکیم، سنت رسول، اجماع قیاس، استدلال، تقلید، مصالحہ مرسلہ، استحسان اور اجتہاد ہیں جو کہ عیسائیت اور رومی قوانین سے قطعی طور پر مختلف ہیں۔ ڈاکٹر صبحی محمد صافی نے فلسفۃ التشریح فی الاسلام اور عبد القادر عودہ شہید نے التشریح الجنائی الاسلامی میں اسی نظریے کی حمایت کی ہے۔

اور یہی نظریہ حال ہی میں شائع شدہ کتاب Islamic Criminal Justice System (New York 1982) کا ہے جس کا مؤلف (CHIERIF BASSIOUNI) ہے۔

قانون استینڈان کا تصور، قتل کے بارے میں احکامات، زخموں کے بارے میں قوانین، خطا، الطیبیب جس بے جا، ہتک عزت کا قانون اور قذف کی سزا، غفلت کا قانون، سفیروں کے بارے میں ہدایات اور احکام، نسلی امتیاز کا خاتمہ اور خواتین کی صحیح حیثیت کا تعین اسلام نے ۱۴۰۰ سال پہلے کر دیا۔ بقول A.K.R. Kiralfy جنایات

برجائیڈ میں برطانیہ Replevin یعنی حاصل شی کی واپسی کا دعویٰ، ہرجانہ (TROVER)

HOLSWORTH'S CASE کا قانون ۱۵ویں صدی کی پید او ار ہے۔ پہلا مقدمہ ۱۴۳۸ میں سنا گیا جو کے نام سے مشہور ہے جس میں امین کی ذمہ داری مقرر کی گئی۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی میں اٹلاف اور غصب کے بارے میں تفصیلات قرآن حکیم اور تفاسیر نیز احادیث مبارکہ اور پرانے قتا وئی سے ملتی ہیں۔ طیبیب کی غفلت کا قانون پہلی دفعہ برطانیہ میں

1. A.K.R. Kiralfy, Potter's Outlines of English Legal Systems History, Sweet and Maxwell, 1958, p. 164-8.

۱۹۴۷ء میں بنا۔

جب کہ امام شافعی جیسی شخصیات نے کتاب الام میں خطا الطیب پر تفصیل سے حدیث مبارکہ کی روشنی میں بحث کی ہے۔ بس صرف ضرورت اسی بات کی ہے کہ فقہ کی کتب کی تدوین ہوئی جائے۔ قانون ٹارٹ قدیم کتب میں جگہ جگہ قدیم اصطلاحوں کی صورت میں بکھرا پڑا ہے۔ کتاب الاجارات، کتاب الجنایات، کتاب الودیعہ، کتاب القصاص والدیات، عاریہ، کتاب الخراج، کتاب الجہاد وغیرہ کے ابواب کے تحت اسے تلاش کر کے جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جدید انداز میں اسے پیش کیا جائے۔

جنایات (TORTS) کی اقسام:

فقہاء نے جنایات کی مندرجہ ذیل اقسام بیان کی ہیں۔

(۱) جنایات برجائیداد: اس کی دو بڑی بڑی اقسام یہ ہیں:

(ا) غضب

(ب) اتلاف

ابن کے فرائض بھی اس ضمن میں قابل ذکر ہیں نیز فضا کے اوپر مداخلت بجا اور زیر زمین مداخلت بے جا۔

(۲) استیندان: اسے مغربی قانون ٹارٹ میں (LAW OF PRIVACY)

کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں غلوت کا ایک اعلیٰ قانون پیش کیا گیا ہے۔

جو ہر لحاظ سے مغربی قانون ٹارٹ سے زیادہ واضح اور جامع ہے۔

(۳) لقطہ: اسے مغربی قانون ٹارٹ میں (TROVE)

میں اس موضوع پر بے شمار مواد موجود ہے۔ قریباً تمام فتاویٰ میں اس کا ذکر ہے۔

(۴) امر باعث تکلیف : یعنی (NUISANCE) آن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں امر باعث تکلیف کے بارے میں تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۵) قتل : احکام قصاص و دیت - قتل کے بارے میں فقہہ میں بے شمار مواد موجود ہے۔ احکام قصاص و دیت قرآن حکیم سے اخذ کیے گئے ہیں۔ قسامہ اور عاقلہ بھی اس ضمن میں قابل غور ہیں۔

(۶) خطا الطیب : ڈاکٹروں کی غفلت سے انسانی جان کے تلف ہوجانے کی صورت میں مفصل قانون موجود ہے۔

(۷) حملہ : (ASSAULT AND BATTERY)

(۸) جس بے جا : اس صورت میں مدعی مدعا علیہ سے تاوان حاصل کرتا ہے۔

(۹) مخاصمانہ عدالتی کارروائی : یہ سب کارروائی حرام ہے اور مدعی کو باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے۔

(۱۰) ازالہ حیثیت عرفی : یہ سب کارروائی حرام ہے اور مدعی کو باقاعدہ معاوضہ ملتا ہے۔

(۱۱) غفلت : قانون غفلت ٹارٹ میں اہم ترین قانون ہے جس سے مدعی کو مکمل تحفظ ملتا ہے۔

(۱۲) مخدوش عمارات : ایسے علاقے یا عمارات جو مخدوش اور خطرناک ہوں، مالک کسی نقصان کی صورت میں مدعی کو تاوان ادا کرے۔

(۱۳) جانوروں کے جنایات : اگر جانوروں سے نقصان کسی کو پہنچے تو مالک پر تاوان عائد ہوتا ہے۔

(۱۴) دھوکہ دہی : دھوکہ دہی، جھوٹ، ملاوٹ سب شریعت میں ممنوع ہیں اور قابل گرفت ہیں۔

(۱۵) حقوق تجارت پر حملہ : قانون ٹارٹ تجارتی حقوق کی مکمل حفاظت کرتا ہے اور خلاف ورزی کی صورت میں تاوان دلاتا ہے۔

(۱۶) نسلی امتیاز: فقہ میں نسلی امتیاز کا کوئی تصور نہیں۔ یہ انسانیت کی توہین ہے۔
 (۱۷) خواتین کی حیثیت: خواتین کے حقوق اسلام میں مغربی قانون ٹارٹ کے مقابلے میں وسیع تر ہیں۔ ناموس خواتین کو مکمل تحفظ دیا گیا ہے۔ ان کی عفت کو محفوظ رکھا گیا ہے۔

جنایات بر جائیداد:

کسی شخص کی زمین یا جائیداد پر بغیر اجازت یا بغیر کسی قانونی جواز کے داخل ہونے یا کسی غیر منقولہ جائیداد کے قابض شخص کے قبضے میں براہ راست یا بالواسطہ بلا وجہ مدخلت کرنا قانوناً مدخلت بے جا ہے۔ کسی کی کھڑکی میں سے تانکٹ جھانک کرنا، دوسرے شخص کی دیوار میں کیل ٹھونکنیا کسی کی زمین پر کوڑا کرکٹ پھینکنا مدخلت بے جا تصور ہوں گے زمین سے متعلقہ مدخلت بے جا کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) بے جا داخلہ

(۲) جائز داخلہ ناجائز حرکات

(۳) بغیر اجازت زمین استعمال کرنا۔

اجازت اور رضامندی سے کسی کے گھر داخل ہو سکتا ہے یا عام ضرورت کے تحت داخل ہو سکتا ہے مثلاً آگ بجھانے کے لیے کسی کے گھر داخل ہونا وگرنہ خطرہ ہے کہ آگ زیادہ پھیل کر اور زیادہ نقصان نہ کر دے۔ یہ صورت تو (TRESPASS TO LAND) کی تھی۔

اشیاء پر دست درازی یا مدخلت بے جا (Trespass to Goods) کہلاتی ہے۔ کسی شخص کے قبضے میں سے بغیر کسی قانونی جواز کے کوئی چیز چھین لینا اور حبابائز طور پر قابض شخص کو اس چیز کے استعمال سے محروم کرنا قانوناً اور اصطلاحاً اشیاء پر دست درازی کا فعل سمجھا جاتا ہے۔ ناجائز طور پر کسی شے کو خراب کرنا بھی دست درازی ہے۔

حدیث شریف میں جنایات بر جائیداد کو مکمل طور پر روکا گیا ہے۔ ارشاد نبوی ہے: بلہ

” ان دماءکم و اموالکم و اعراضکم حرام علیکم کحرمت یومکم ہذا فی

بلدکم ہذا فی شہرکم ہذا

” بلاشبہ تمہاری جان و مال اور آبرو ایک دوسرے کے لیے اسی طرح محترم ہیں جس طرح آج کا یہ دن ہے۔ اس مکرّم شہر اور ماہ میں۔“

اسی طرح چوری، دھوکہ دہی اور کسی سے زبردستی مال چھیننا سب منع ہیں۔ اسی لیے تُو سُوْرَةُ النِّسَاءِ میں حکم ہے۔

” یا ایہا الذین امنوا لاتاکلوا اموالکم بینکم بالباطل الا ان تکون تجارة

عن تراض منکم؛“

قتاویٰ حمادیہ میں تو اس حد تک درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی کی زمین میں قبر بنا دے اور اجازت نہ لے تو مالک کو حق ہے کہ وہ متوفی کے ورثاء کو کہے کہ وہ مت باہر نکال لیں

جنایات برجائید ادا یا تو غضب ہو سکتی ہیں یا اتلاف کسی کے مال پر دست درازی قطعی طور پر ممنوع ہے۔

غضب:

لغوی لحاظ سے غضب کے معنی زبردستی چھیننے کے ہیں۔ کتاب الہدایہ میں علامہ

مرغینانی نے غضب کی یوں تعریف بیان کی ہے:

” لغوی لحاظ سے غضب کے معنی ہیں کسی سے زبردستی کوئی چیز چھین لینا؛“

۱۔ ابن رشد: ہدایۃ المحبتہ: جلد دوم احمد کمال۔ آشنائے۔ ۳۳۳۔ ۱۹۳۳ھ ص ۳۳

۲۔ سورۃ النساء: آیت ۳۰

۳۔ قتاویٰ حمادیہ: کلکتہ (انڈیا)

۴۔ علامہ مرغینانی کتاب الہدایہ (انگریزی ترجمہ از مہلث پریئر کمپاؤس۔ لاہور ۱۹۷۶ء صفحہ ۳۳۵)

علامہ سرخسی نے (المبسوط) میں غصب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: "غصب سے مراد کسی دوسرے سے مال زبردستی طور پر پھیننے کے ہیں یا بالفاظ دیگر کسی دوسرے کی جائیداد پر زبردستی قبضہ کر لینا" ۱

سورة الكف میں بھی غصب کا لفظ زبردستی قبضہ کرنے کی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔
وكان وراءهم ملك ياخذ كل سفينة غصباً ۲

امام نوویؒ نے بھی مندرجہ بالا تشریح سے اتفاق کیا ہے ۳۔
غصب کے بارے میں آں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے۔
من غصب شبرا من ارض طوقه الله من سبع ارضين؛
یعنی جس نے کسی کی ایک بالشت بجز زمین غصب کی، تو اللہ تعالیٰ اسے رقیامت کے دن، سات زمینوں کا طوق ڈالیں گے؛

اتلاف:

اتلاف کے معنی تلف کرنے کے ہیں۔ مثال کے طور پر کسے کے مال پر قبضہ کر کے اس کی شکل یا ہئیت کو تبدیل کر دینا مثلاً گپاس کی فصل پر قبضہ کر کے گپاس کے کپڑے تیار کر لینا۔ یا پھل چر کر استعمال کر لینا۔ یہ سب اتلاف کی شکلیں ہیں۔ اگر کسی مال کو بے جا طور پر تلف کر دیا جائے یا اس کی صورت بگاڑ دی جائے تو یہ بھی مال میں تصرف بے جا ہوگا مثلاً دو دھ میں پانی ملا دینا وغیرہ وغیرہ۔ اتلاف کی صورت میں مدعا علیہ اصل قیمت مال ادا کرے۔ تفصیلی مثالیں مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۹۱۰ سے لے کر ۹۲۵ میں واضح طور پر دی گئی ہیں۔

۱۔ امام سرخسی، المبسوط، گیارہویں جلد۔ مصر، شاعت اول، صفحہ ۹۰

۲۔ سورة الكف: آیت نمبر ۹۰

۳۔ امام نووی: المنہاج، قاہرہ ۳۲۸، ۱۳۲۸، صفحہ ۶۱

بقول (A.K.R.Kiralfy) برطانیہ میں ۱۲ویں عیسوی صدی میں (Writ o
 Trespass to Goods راج ہوئی اور Replevin (حاصل شی کی واپسی کا دعویٰ) کا
 رواج پہلی دفعہ وجود میں عیسوی صدی میں ہوا۔ Detenue (یعنی معاوضہ و ہرجانہ
 اور شی کی واپسی) کا بھی اسکے قریب قریب قانون بنا۔ اتلاف کا قانون یعنی (THOVER) پہلی دفعہ
 (۱۳۷۸ء) میں بنا بعد ازاں ۱۴۷۹ء اور ۱۵۰۱ء اور ۱۶۷۷ء میں (Sykes v. Walls)
 میں اس قانون نے ترقی کی اور معاوضہ کا حق ملا۔ اس کے مقابلے میں جائیداد کے بارے میں اتلاف
 اور غصب کا قانون ۱۴۰۰ سال قبل فقہہ میں موجود ہے۔

امین کی ذمہ داری

امین کے لیے ضروری ہے کہ امانتی مال کی ویسی ہی حفاظت کرے جیسی کہ کوئی معمولی
 احتیاط کا آدمی ویسے ہی حالات میں ایسی مقدار اسی قسم اور ویسی قیمت کے اپنے
 مال کی حفاظت کرتا ہے اور امین سپرد کیے ہوئے مال میں غفلت نہ کرے۔ وگرنہ امین شی
 امانتی کے کم یا تلف یا خراب ہو جانے کا ذمہ دار ہوگا۔ مجلہ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل نمبر
 (۷۹ سے لے کر ۷۸) میں یہ قانون بیان کیا گیا ہے۔

برطانوی قانون ٹارٹ میں امین کو (Bailee) کہا جاتا ہے اور اس طرح وہ مال
 کے نقصان یا مال کے تلف ہو جانے کی صورت میں ذمہ دار ہوتا ہے۔ اس ضمن میں مشہور
 مقدمہ دی ونگفیلڈ (THE WINKFIELD) کا ذکر کرنا ضروری ہے جس کا فیصلہ ۱۹۰۲ء میں سنایا
 گیا تھا۔ کسی شخص کی مخصوص مالیت کی ڈاک بحری جہاز میں ٹکڑے کی صورت میں صنایع ہو گئی جملہ کی
 غفلت کی وجہ سے ٹکڑے ہوئی چنانچہ (BAILMENT) کے ٹارٹ کے تحت پوسٹ ماسٹر
 جنرل کو ہرجانہ ادا کرنا پڑا۔ برطانیہ میں امین کی ذمہ داری کا قانون ۱۳۷۷ء میں شروع ہوا تھا
 اور مشہور ترین مقدمہ ۱۹۰۲ء کا ہے جب کہ فقہ اسلامی میں شروع ہی سے امین کی ذمہ داری
 مقرر فرمادی گئی۔ سورہ النساء میں ارشاد ہے۔

1. A.K.R.Kiralfy, Potter's Outlines of
 English Legal History, Sweet and Maxwell,
 1958, p. 164- 168.

” ان الله يامرکم ان تؤدوا الامانات الی اهلها؛ له

ترجمہ: اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے اہل کو ادا کر دو۔

اسی طرح سورۃ انفال میں ارشاد ہے:

” یا ایہا الذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا انفسکم وانتم تعلمون“

ترجمہ: اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ اور رسول کی اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو تم جانتے ہو۔

آن حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے بار بار امانت کی تاکید فرمائی۔ ارشاد ہے: ” جب کوئی تمہارے پاس امانت رکھے تو اس کی امانت ادا کرو اگر کوئی خیانت کرے تو تم اس سے خیانت نہ کرو“ (ابوداؤد)

(TRESPASS TO SUBSOIL,

اسی طرح زیر زمین مداخلت بے جا بھی قابل گرفت ہے۔ جو شخص کسی اراضی کا مالک ہو وہ زیر زمین مداخلت کی صورت میں مدعا علیہ کے خلاف دعویٰ کر سکتا ہے کسی کی زمین کو کھودنا اور اس میں سے مٹی نکالنا قابل گرفت ہے۔ مغربی قانون ٹارٹ میں اسے

(TRESPASS TO SUBSOIL) کا نام دیا گیا ہے۔ کسی کی زمین میں سے سبزنگ نکالنا منع ہے مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۱۱۹ میں درج ہے:

” اگر کوئی شخص کسی قطعہ اراضی کا مالک ہے تو وہ فضا کے بالائی حصہ اور زیر زمین حصہ کا بھی مالک ہے۔ اور جس طرح چاہے اس اراضی کو استعمال میں لائے۔ یہ اس کی مرضی ہے کہ جس طرح کی عمارت چاہے کھڑی کر دے یا زمین کو کھود ڈالے اور اس

۵۸ سورۃ انشاء: آیت ۵۸

۲۷ سورۃ انفال: آیت ۲۷

۱۱۹ احکام اسلام مرتبہ، اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد صفحہ ۲۰ مئی ۱۹۸۲ء
 Winfield and Jolowicz, Torts, London Edition P 340

میں تہہ خانہ بنائے یا جتنا گہرا کنواں چاہے، کھود ڈالے۔“
لیکن آرٹیکل ۱۱۹ کے مطابق شرط یہ ہے کہ اس مالک اراضی کے ان بیان کردہ
افعال سے دوسرے ہمسایہ یا کسی شخص کو نقصان نہ پہنچے۔

علامہ ابو الاسحاق الشیرازی کے مطابق اگر کوئی شخص کسی کی اراضی سے سونا یا چاندی
نکال لے تو وہ اس کا مالک نہیں بن سکتا بلکہ وہ یہ معدنیات مالک کے حوالے کر دے۔

علامہ مرغینانی کے مطابق زیر زمین تین اشیاء نکل سکتی ہیں ۱۔

(۱) معدن : اس سے مراد معدنیات ہیں۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے
نزدیک ان پر خمس واجب ہے۔ تب جا کر مالک اراضی ان کو حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) رکاز : رکاز سے مراد قیمتی دھاتیں ہیں مثلاً سونا۔ چاندی مالک اراضی خمس
ادا کرنے کے بعد ان کا مالک بن جاتا ہے۔ یہ امام ابو یوسفؒ کا نظریہ ہے۔

(۳) کنز : کنز سے مراد دفینہ ہے۔ اس میں بھی خمس واجب ہے بشرطیکہ اس کا
مالک کوئی نہ ہو۔ جیسے قدیم دفینے۔ یا سکے۔ ایک سال منادی کے بعد جو شخص زمین

کا مالک ہو اس کی ملکیت حاصل کر سکتا ہے۔ جہاں تک انگریزی قانون کا تعلق ہے اگر
کسی کی زمین سے سونا، چاندی، سکے یا کوئی قیمتی دھات نکل آئے تو اس صورت

میں حکومت اس کی مالک ہوتی ہے نہ کہ وہ شخص جس کی اراضی ہوتی ہے۔ حال ہی
میں برطانیہ میں ایک مقدمہ (Att.Gen. of the Duchy of Lancaster

V.G.E. Overton Farms 1980)

میں یہ فیصلہ ہوا۔ فقہ میں اور مغربی قانون میں فرق اس مقدمے کی روشنی میں واضح
ہے۔ لیکن برطانیہ میں اگر کوئی قدیم کشتی یا بیکن نوٹ کسی کی زمین سے نکلیں تو وہ مالک کے

ہوتے ہیں ۲۔

۱۔ ابو الاسحاق الشیرازی: المذہب. جلد اول دارالکتب العربیہ الکریمی (مصر) صفحہ ۶۲

۲۔ علامہ مرغینانی، کتاب المدایع، المکتب ترجمہ از مجلس

3. David Baker, Tort, Sweet and Maxwell,
Third Edition, p. 30-31

فضا میں مداخلت بے جا:

(AERIAL TRESPASS)

زمین کا مالک فضا کا بھی مالک ہوتا ہے وہ جتنی اونچی عمارت چاہے کھڑی کر دے بشرطیکہ کسی کو تکلیف نہ ہو اور بے پردگی نہ ہو۔ یا کسی کے لیے خطرے کا باعث نہ بنے۔ اگر کوئی پائلٹ فضا میں اڑ رہا ہے اور بلاوجہ وہ نیچے پرواز کر رہا ہے اور کسی علاقے کے لوگوں کو آواز سے تکلیف ہو رہی ہے تو اس صورت میں اس فضائی کمپنی کے خلاف دعویٰ کیا جاسکتا ہے یا کوئی چیز جہاز میں سے گرتی ہے اور کسی کو زخمی کر دیتی ہے تو فضائی کمپنی تاوان ادا کرے گی۔ فضائی کمپنی اس صورت میں ذمہ دار ہوتی ہے کیونکہ اس سے ہمارے بین الاقوامی معاملات ہوتے ہیں۔ یا CIVIL AVIATION ACT راجع ہوتے ہیں۔

محلہ الاحکام العدلیہ میں فضا میں مداخلت بے جا کے بارے میں لکھا ہے:
 "اگر جو شخص کسی اراضی کا مالک ہے اگر وہ چاہے تو اونچی عمارت بنائے بشرط یہ ہے کہ کسی کو نقصان نہ ہو"۔

استیذان:

استیذان کا متبادل ٹارٹ (PRIVACY) ہے ہپل اور میتھیوز (HEPPLER AND MATTHEWS) نے اس کی یوں تشویح کی ہے:

"Privacy is the state of being let alone".

یعنی خلوت یا تخلیہ علیحدگی میں رہنے کی حالت ہے۔ بقول سید قطب: اسلام نے استیذان کے قانون کے تحت تخلیہ کی بڑی حفاظت کی ہے کسی کے گھر میں بغیر اجازت داخلہ منع ہے

محلہ الاحکام العدلیہ - آرٹیکل نمبر ۱۱۹

2. Hepple and Matthews, Torts, Cases and Materials, Butterworths, London, 1974, p. 570-573.

محلہ سید قطب، فی ظلال القرآن، شمارہ نمبر ۱۱۹، دارالعرفیہ بیروت، لبنان، ص ۷۷

کسی کے خط کو بغیر اجازت کے پڑھنا منع ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے:
 ”من نظر فی کتاب اخیہ بعید اذ نہ فانا ما یظن فی النار“^۱

جسے اپنے بھائی کے خط کو بلا اجازت دیکھا گیا اس نے آگ میں جھانکا۔
 سورۃ نور میں دو سزوں کے گھروں میں بغیر اجازت داخلے کو منع فرمایا گیا ہے۔
 یا ایہا الذین امنوا قد دخلوا بیوتنا غیر بیوتکم حتی تستأنسوا وتسلموا
 علی اہلہا ذلکم خیر لکم لعلکم تذكرون ۱۵

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل مت
 ہو جب تک کہ اجازت حاصل نہ کرو اور ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کرو تمہارے
 حق میں یہی بہتر ہے تاکہ تم خیال رکھو۔

اسی طرح صبح کی نماز سے قبل، دوپہر کے وقت اور عشاء کے اوقات کو قرآن حکیم
 نے (ثلثۃ عورت) کا نام دیا یعنی یہ تین اوقات تمہیلہ کے ہیں اور لوگوں کے گھروں میں نہ
 جایا جائے۔ سورۃ نور کی آیت نمبر ۵۹ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ نیز دیگر مقامات پر خواتین
 کو پردے میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اسی طرح کسی کے ذاتی معاملات کی چھان بین بلا جواز
 منع ہے۔ کسی کے گھر کی تلاشی بغیر قانونی جواز کے منع ہے۔ پیل اور میٹھوا اپنی تصنیف TORT
 کے صفحات ۴۳-۵۷ میں تحریر کرتے ہیں کہ انگریز اور ویلز میں (Right of Privacy)
 کا قانونی حق نہیں ہے۔ گو امریکہ میں بعض مقدمات میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ کسی کو بار بار فون
 کرنا منع ہے کیونکہ اس سے دوسرے کے آرام میں خلل پڑتا ہے۔ برطانیہ میں بھی ایسا
 قانون موجود ہے۔ لیکن کسی کے گھر کے اندر جھانکنا قابل گرفت نہیں۔ اس کے مقابلے
 میں اسلام کا قانون استبدان بہت جامع ہے اور خانگی زندگی کو مکمل تحفظ دیتا ہے، مجلۃ
 الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل نمبر ۲۰۲ میں تحریر ہے۔

۱۵ امام مسلم: صحیح مسلم دارالمنیر، ترجمہ از عہد الحمید مدنی، لاہور، ۱۹۸۰ء، طبع ۱۱۷۹ صفحہ ۱۱۷۹

باورچی خانہ یا ایسی جگہ جہاں خواہین کام کرتی ہیں۔ دوسرے اشخاص کا جہانکھنڈر
فحش ہے لہ

امام شافعیؒ نے کتاب الام میں اس قانون کو التحدی فی الاطلاق ودخول المنزل
کے تحت تفصیل سے بیان کیا ہے، لہ

لقطہ:

لقطہ اس چیز یا سامان کو کہتے ہیں جس کا کوئی مالک نہ ہو اور کسی کو گری ہوئی ملے۔ اگر
کسی شخص کو کسی دوسرے شخص کا سامان کہیں ملے تو اس شخص کا فرض ہے کہ وہ اس شخص کے
گرہ سے ہوئے سامان کو اپنی تحویل میں لے لے۔ اس کے وہی فرائض ہیں جو کسی امین
کے ہوتے ہیں۔ اگر ایسا سامان جو تلف ہونے والا ہو تو اسے بچا جاسکتا ہے لیکن فقہ اسلامی
میں بیچنے والا اس کا مالک نہیں بن سکتا۔ ضروری یہ ہے کہ اس کی منادی کرائی جائے۔
ایک سال کے اندر اندر اگر کوئی مالک نہیں ملتا تو سامان پانے والا اس کا مالک بن سکتا
ہے۔ انگریزی قانون میں تو یہ معیار نہیں۔ سامان پانے والا مالک بن جاتا ہے۔

مجلد الاحکام العدلیہ میں لکھا ہے:
”اگر کسی شخص کو راستے میں کوئی چیز ملے یا کسی اور جگہ یہ چیز نظر آئے تو اس چیز کو
حاصل کرنے والا اسے اپنی ملکیت بنا لے تو وہ غاصب ہے۔“

اگر کسی کامریشی بغیر ملک کے ملے تو وہ بھی لقطہ ہے۔ بقول امام مالک اور امام شافعی
اس مال کی حفاظت کی جائے تا وقتیکہ مالک مل جائے۔ چارے وغیرہ کا معاوضہ لیا جائے
فقہ میں دراصل لقیط یعنی جس کے پاس گم شدہ سامان ہو ایک امین کی حیثیت رکھتا ہے

لہ مجلہ الاحکام العدلیہ، انگریزی ترجمہ از C. R. Tyser آل پاکستان لیکل ڈیسیشن لاہور ۱۹۶۷ء آرٹیکل ۱۲۰۲

لہ امام شافعی، کتاب الام جلد ششم صفحہ ۳۲

لہ مجلہ الاحکام العدلیہ، انگریزی ترجمہ از C. R. Tyser آرٹیکل ۷۶۹

لہ امام مسلم، صحیح مسلم انگریزی ترجمہ از عبدالحمد صدیقی جلد سوم، ۱۷۸ صفحات ۳۵-۳۴

اس میں خیانت جائز نہیں ہے اگر مالک مل جائے تو متعلقہ گم شدہ اشیاء مالک کو لوٹا دی جائیں لیکن اس کے برعکس انگریزی قانون مختلف ہے۔ برطانیہ میں (BRIDGES v. HAWKES 1851) میں یہ فیصلہ ہوا کہ وہ شخص جو کسی دوکان میں داخل ہوا اور وہاں اسے بینک نوٹ نظر آئے جو اس نے اٹھالیے بعد ازاں مالک بھی نہ ملا۔ دوکان دار کے مقابلے میں نوٹوں کو حاصل کرنے والا زیادہ حق دار تھا۔

Elwes v. Brigg Gas Co., (1886) میں مدعی کو اپنی زمین سے ایک بڑی قدیم کشتی ملی۔ عدالت نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ مدعی کا حق اوروں کے مقابلے میں زیادہ ہے کیونکہ مالک نامعلوم ہے لہ

لقطہ کا قانون کافی حد تک برطانوی قانون سے مماثلت بھی رکھتا ہے۔ لیکن فرق اتنا ہے کہ مالک مل جانے کی صورت میں اشیاء واپس کرنا ہوں گی۔ فقہہ میں سامان یا چیز حاصل کرنے والا ایک سال تک انتظار کرے اور خوب اس کی منادی کرے مثلاً مساجد میں اعلان یا اخبارات میں اشتہار دے۔

امرباعث تکلیف : (NUISANCE)

امرباعث تکلیف (NUISANCE) سے مراد کسی دوسرے کو پریشان کرنا اور تکلیف پہنچانا ہے۔ اصطلاحی طور پر اس سے مراد ایسے افعال بے جا ہیں جو مداخلت بے جا کی حد تک پہنچیں۔ اس کے باوجود دوسرے صاحب۔ جائیداد افراد کے لیے اپنی جائیداد کے استعمال میں بے جا طور پر تکلیف یا پریشانی کا سبب بن جائیں۔ مثال کے طور پر گنجان آبادی والے علاقے میں کوئی فیکٹری لگا دینا جس کی آواز اور دھوئیں سے لوگ بے زار ہوں اور پریشان ہوں۔ امرباعث تکلیف کی ۲ اقسام ہیں:

(۱) امرباعث تکلیف عام (Public Nuisance)

لے علامہ رفیعانی، کتاب الحدیث، انگریزی ترجمہ از سہیل صفحہ ۲۶۲

David Baker, Tort, Sweet and Maxwell,
Third Edition, p.31.

(۲) امر باعث تکلیف خاص (Private Nuisance)

پہلی قسم میں ایسے افعال بے جا آتے ہیں جو سارے علاقے کے لیے باعث پریشانی ہوں ذہنی اور مالی جسمانی تکلیف کا سبب بنیں۔ مثلاً محلے میں کوئی عموماً خانہ کھول دینا جس سے اہل محلہ پریشان ہوں۔ یہاں سدباب کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ دوسری قسم سے مراد یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی جائیداد کا ناجائز اور غیر قانونی استعمال کرے جس کی وجہ سے دوسرے شخص کو اپنی جائیداد کے استعمال میں تکلیف، پریشانی اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر ریڈیو یا ٹیلی وژن کی آواز سے پڑوسیوں کو پریشان کرنا۔ یا کسی کو بار بار تنگ کرنے کے لیے ٹیلی فون کرنا۔ امر باعث تکلیف خاص کی صورت میں چارہ جوئی کی بناء دو اقسام پر ہے۔

(۱) ایسے افعال جو جائیداد پر اثر انداز ہوں اور اسے نقصان پہنچائیں۔

(۲) ایسے افعال جو ذاتی سکون کو غارت کریں۔

احادیث مبارکہ میں امر باعث تکلیف کو ہٹانے کا حکم دیا گیا ہے:

”اماطة الاذی عن الطریق صدقة له

یعنی راستے سے اذیت دینے والی چیز کو ہٹا دینا صدقہ ہے۔

ایک اور حدیث شریف میں شاہراہ عام پر امر باعث تکلیف (Highway Nuisance)

سے منع فرمایا گیا ہے:

”ایاکم والحجلوس علی الطرقات“، کہ تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، ۲۷

تقریباً عام راستوں کے حوادث کے بارے میں بے شمار مواد کبھی پڑا ہے۔

مثلاً گلگی کوچوں میں بیت الخلاء بنانا، عام راستہ میں چھچھو پارنا کر نکالنا، راستہ میں پانی ڈال دینا جس سے کوئی پھسل جائے۔ راستہ میں کنواں کھودنا، راستے میں گندے پانی کے لیے گڑھا

۱۷ امام مسلم، صحیح مسلم، انگریزی ترجمہ عبدالحمید صدیقی، لاہور، ۱۹۸۰ء صفحہ ۱۳۸۰

2. Dr. Muhammad Mohsin Khan, The translations of the Meanings of Sahih Al-Bokhari. p. 385

کھودنا، کسی کے سامان تلے دب جانا، اور اسی طرح دیوار وغیرہ کے حوادث۔ مدعی مدعا علیہ ہے اس قانون کے تحت تاوان لے سکتا ہے لے

قتل اور قانون قصاص و دیت

پروفیسر کلسن (COULSON) لکھتا ہے:

"Offences against the person - from physical assault to homicide were placed by Shariat Law in the Category of private wrongs, or torts, rather than public wrongs, or crimes" (2)

یعنی جہاں تک انسانی جان کے خلاف جرائم کا تعلق ہے چاہے وہ جسمانی حملہ ہو یا قتل وغیرہ شریعت میں وہ ٹارٹ ہیں نہ کہ جرائم۔

جہاں تک قتل کا تعلق ہے۔ یہ فقہ میں ٹارٹ شمار ہوتا ہے۔ قتل کی تین اقسام ہیں۔ (۱) قتل عمد کسی کو جان بوجھ کر قتل کر دینا۔

(۲) قتل شبہ عمد۔

(۳) قتل خطا۔ غلطی سے قتل کرنا۔

قتل انسانی کو سورۃ النساء کی آیت ۹۳ میں قطعی طور پر حرام قرار دیا گیا ہے۔

مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا تَمَعَّدَ أَنْ يَسْفِرَ لَهَا وَهِيَ كَالْحَائِضِ إِذَا سَفَرَتْ لَهَا خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعْنَةُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَعَذَابُ عَظِيمًا۔

اور جو کوئی کسی مؤمن کو قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ پڑا رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا۔ اور اس کے لیے عذاب عظیم تیار رکھے گا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

لے فتاویٰ عالمگیری، طبع ذی قعدہ ۱۳۵۷ھ، جلد چہارم صفحات ۶۰۱ سے ۶۰۶ تک

2: Noel J. Coulson, Conflicts and Tensions in Islamic Jurisprudence, University of Chicago Press, U.S., 1969, p.72.

فان دماءکم و اموالکم و اعداؤکم حرام الی ان تلتقوا ربکم کحرمة
یومکم هذا ۱۱

ترجمہ: تمہارے خون مال اور عزتیں اسی طرح قابل احترام ہیں جیسا کہ آج کا دن قابل احترام
ہے یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جا ملو۔

اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۹ میں ارشاد در بانی ہے۔

”ولا تقتلوا انفسکم“ (د اور اپنی جانوں کو قتل مت کرو)

امام سرخسی نے تو اس حد تک لکھا ہے: اعلم بان القتل بغیر حق من اعظم
الجنایات ۱۲

یعنی تو جان لے کہ قتل بغیر کسی قانونی جواز اور حق کے عظیم جنایات میں سے ہے۔

قتل عمد کی سزا قصاص سے ہے۔ قتل خطا کی صورت میں سزا قصاص نہیں بلکہ بقول امام
ابن حزم، تخریر ہے مثلاً کسی کو غلطی سے پتھر مارنا اور اس شخص کا مر جانا ۱۳ لیکن شیعہ
قانون کے مطابق یہ قتل عمد ہے ۱۴ سورۃ بقرہ میں قصاص کی سزا آیت نمبر ۱۷ میں درج
کی گئی ہے: ”یا ایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتل“

اے ایمان والو! تمہارے لیے قتل کے مقدموں میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔

امام ابو حنیفہ، امام احمد ابن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک ہر وہ فعل قتل ہے جس کے
بارے میں ملزم فہم اور سوچ رکھتا ہو کہ اس سے مقتول کی موت واقعہ ہو سکتی ہے۔ اگر
کوئی پاگل یا بچہ قتل کر دے تو قصاص نہیں ہوگا۔ نیز قتل عمد میں عفو کا تصور بھی ہے۔ اگر
دو شاخا بین تو خون بہلے کہ قتل معاف کر دیں۔ اس میں صلح بھی ممکن ہے۔ لہذا یہ ٹارٹ

۱۱ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، جلد چہارم مصطفیٰ الباب العلی، قاہرہ، صفحہ ۲۵۰

۱۲ امام سرخسی، المبسوط، جلد نمبر ۲۶ مطبع السعادة، مصر صفحہ ۵۸

۱۳ ابن حزم، المحلی، جلد نمبر ۱، قاہرہ ایڈیشن صفحہ ۷۱

۱۴ شرائع الاسلام، جلد دوم (میردات ایڈیشن چہارم) صفحہ ۲۲۶

قابلِ راضی نامہ (Compoundable) بھی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو پستول سے ڈرائے اور مقتول مر جائے تو یہ قتلِ شہید کہلاتا ہے۔ یہاں فعل ایسا نہیں ہوتا جس سے موت واقع ہو سکے۔ اس میں دیت یا خون بہا ملزم کو ادا کرنا ہو گا۔ اور مدعا علیہ کفارہ بھی دے ڈرا یونگ سے اگر حادثہ یا موت ہو جائے تو عاقلہ سے مراد برداری ہے۔ اس سے مراد ڈرائیو یا اسپورٹ کی ایسی ایجنسی بھی ہو سکتی ہے۔ جہاں تک قتلِ خطا کا تعلق ہے تو اس کی سزا دیت ہے۔ قرآن حکیم میں قتلِ خطا کے احکام سورۃ نسا کی آیت نمبر ۹۲ میں ہیں: **وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَدِيَارُ قَبْرِهُ وَمُؤْتَمَنَةٌ مِّنْهُ وَمَدِينَةٌ مِّنْهُ وَآلِ الْيَاقِينِ**۔ اور جو شخص کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ ایک مومن کو غلامی سے آزاد کرے اور مقتول کے وارثین کو خون بہا دے یا وہ معاف کر دیں، قتلِ شہید کسی کی غفلت سے ہو سکتا ہے مثلاً کوئی شخص کنواں کھودے اور اس میں کوئی گر پڑے جب کہ کنواں کی دیواریں نہ ہوں اور نہ خبردار کیا گیا ہو۔ اس میں بھی دیت ہے۔ قتل کے مقدمات میں ایک طریقہ قسامہ کا بھی ہے۔ یہ ایک طرح کی قسم ہے۔ جہاں لاش ہے وہاں کے لوگوں سے قسم لی جاتی ہیں کہ انہیں قاتل کا علم نہیں۔ اس سے تفتیش میں مدد ملتی ہے۔

اگر کوئی شخص کسی کو ضرب لگاتا ہے تو اس میں بھی قصاص اور دیت ہے۔ زخموں کی مختلف اقسام ہیں مثلاً حارصہ، دامعہ، دامیہ، باضعہ، مبتلاجمہ، سحاق، موضحہ، ہاشمہ منقلہ، آمہ اور واقعہ۔ ایسے زخموں میں قصاص نہیں بلکہ دیت ہے مثلاً کھوپڑی پر زخم وغیرہ ۱۵ قرآن حکیم کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۴۸ میں زخموں کے قصاص کا ذکر ہے، **وَالْجُرْحُ**

قصاص خطا الطیب

اگر ڈاکٹر غفلت سے اپنی ڈیوٹی سرانجام دے اور اس غفلت کی وجہ سے مریض

1. H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, Shorter Encyclopaedia of Islam, Luzac, London, 1953, p. 229

۱۵۔ علامہ مرتضائی، کتاب المدایر، جلد چہارم، مکتبہ رحیمیہ، دیوبند۔ انڈیا، ۱۳۷۸ ہجری، صفحہ ۵۹۰

کی جان ضائع ہو جائے یا کوئی اور جانی نقصان پہنچے تو اس صورت میں ڈاکٹر ذمہ دار ہے۔ ایک نظریہ تو یہ ہے کہ ڈاکٹر سے قصاص لیا جائے۔ تاہم جان کے ضائع ہونے کی صورت میں ڈاکٹر سے خون بہا لیا جائے۔ ڈاکٹر کو بہت زیادہ محتاط ہونا چاہیے۔ اگر وہ جمالت کی وجہ سے یا غفلت کی وجہ سے کسی کی جان سے کھیلتا ہے تو فقہ اسلامی میں اسے معافی نہیں۔ شرط صرف یہ ہے کہ وہ علاج اس زمانہ کی جدید ترین طبی تحقیق اور علم کے مطابق کر رہا ہو۔ امام ابوحنیفہ کے مسلک کے مطابق ڈاکٹر کے خلاف دعویٰ قانون ٹارٹ کے تحت نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر عموماً دائر ہونا شروع ہو جائیں تو ڈاکٹر صاحبان نفسیاتی طور پر خوف زدہ رہنے لگیں گے اور علاج معالجے میں دقت پیدا ہوگی۔ امام شافعی کا خیال یہ ہے کہ چونکہ مریض کے ورثاء یا مریض خود ڈاکٹر کو اجازت دیتے ہیں، اس کا آپریشن یا علاج کیا جائے لہذا غفلت کی صورت میں ڈاکٹر قابل گرفت نہیں ہو سکتے ہیں بشرطیکہ وہ اپنی تمام تر صلاحیت سے کام کریں۔ امام محمد کا بھی یہی خیال ہے۔ امام مالک کے نزدیک ڈاکٹر صرف اس صورت میں ذمہ دار ہے اگر وہ دیدہ دانستہ غفلت کرے لے۔ ابن قدامہ کے نزدیک اگر ڈاکٹر قصداً کسی کی موت اپنی غفلت سے واقع کرے تو اس پر قصاص واجب ہے۔

القصاص من الجراح اذا مات المجرور تحت العلاج، ۲۰

آپریشنوں میں مریض سے اجازت یا ورثاء سے سرٹیفکیٹ پر اجازت کا رواج برطانیہ

میں ۱۳۰۵ میں شروع ہوا۔ جب کہ اس کا تصور امام ابوحنیفہ، امام شافعی امام احمد بن حنبل اور امام

مالک کی تحریروں میں ملتا ہے۔ برطانیہ میں پہلی دفعہ ROE V. Ministry of Health

کے مقدمہ میں (Lord Denning) نے ۱۹۴۷ میں ڈاکٹر کی غفلت کی وجہ سے اسے معاوضہ کا

حکم دیا گیا مقدمہ میں مدعی کے غلط آپریشن کی وجہ سے مرنے والے بچے کے جھکے فالتج گریا

کتبہ امام زدی: منہاج الطالبین۔ انگریزی ترجمہ از E. C. Howard لندن ۱۹۷۷ء صفحات ۵۴۰-۵

۱۹۷۳ء کویت کے فقہ العہدہ المستحسن من کتاب الاغانی لابی قدامہ وزارات الاوقاف والشؤون۔ کویت ۱۹۷۳

تھا۔ جبکہ فقہ اسلامی میں شروع ہی سے طبیب یا سرجن کے خلاف غفلت کا دعویٰ ہو سکتا ہے۔ مجلۃ الاحکام العدلیہ میں درج ہے کہ ان ڈاکٹروں کو علاج کرنے سے بند کر دیا جائے جو عوام الناس کے لئے خطرے کا موجب ہیں لہٰذا آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف واضح ہے :

”من طبیب ولم یعرف منہ طب فهو ضامن“، ۳۷

حملہ اور جبر (ASSAULT AND BATTERY)

حملے سے مراد ہے غیر قانون دست درازی، جسمانی ضرر پہنچانے کی کوشش جبکہ ضرر پہنچانے والا شخص اپنے ارادہ پر عمل درآمد کرنے کی ظاہری صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ محض دھمکی دینا یا ضرر پہنچانے کی تیاری اس وقت تک حملہ نہیں تصور ہوتی جب تک کہ حملہ کرنے والے کی نیت اور اہلیت حملہ آور شخص میں نہ پائی جائے۔ حملہ کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر کوئی شخص زبانی تکرار کے دوران غصے میں اپنے دشمن یا مخالف کو مارنے کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو یہ حملہ ہی تصور ہوگا۔

جبر سے مراد ہے غصے کی حالت میں بغیر کسی معقول وجہ کے پاتوقنی جواز کے کسی دوسرے شخص کے جسم کو اس کی مرضی کے خلاف چھونا۔ کسی کی انتقاماً مار پیٹ کی جائے تو یہ بھی جبر ہے۔ ضروری نہیں کہ مار پیٹ سنگین نوعیت کی ہو۔ کسی کے منہ پر تھوکتنا، ہاتھ سے کوئی چیز چھین لینا، پانی پھینکنا یا ٹوپی اتارنا یا کوئی چیز پھینکنا سب جبر کے زمرے میں ہیں۔ آتے ہیں کسی شخص کا بغیر قانونی جواز کے یا مرضی کے خلاف طبی معائنے کرانا بھی جبر ہوگا۔ عام ہجوم میں دھکا لگنا جبر نہیں ہے۔

1. Salmond, Torts, p. 571

۳۷ مجلۃ الاحکام العدلیہ ترجمہ از C.R. Tyser انگریزی آرکیو ۹۹۴

۳۷ ابن قیم، اعلام الموقعین، جلد چہارم ارادہ المطبع المیصریہ - مصر صفحہ ۳۲۷

فقہاء کے نزدیک حملہ (SAULT) اور جبر (Battery) کے قوانین قرآن حکیم کی ان آیات میں بیان کردہ ہیں جن میں انسانیت کو اشرف المخلوقات کہا گیا لہذا حملہ اور جبر انسانیت کی توہین ہے۔

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ لَمْ

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ہے)

كَعَدَّةٍ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ، ۱۷

(بیشک ہم نے انسان کو بہترین انداز کے ساتھ پیدا کیا ہے)

آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خَلَقَ اللَّهُ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ ۱۷

بقول امام ابو یوسف کسی کو زحمت پہنچانا، اذیت دینا، مارنا یا حملہ کرنا شریعت میں قطعی طور پر ممنوع ہیں بلکہ کسی پر اسلحہ اٹھانا یا اسلحہ اشارہ کرنا۔ یہ سب ممنوع ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

بقول امام ابن تیمیہ اگر حاکم کسی کو تافونی جواز کے تحت مارے تو یہ حملہ اور جبر نہیں۔ اسی طرح اصلاح کی خاطر بیوی کو مارا جاسکتا ہے؛ سورۃ نساء میں ارشاد ہے
وَالَّتِي تَخَافُ نُشُوزَ رَجُلٍ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاصْرَبُوهُنَّ

۱۷ سورۃ نبی اسرائیل آیت ۷۰

۱۸ سورۃ التین آیت ۴

۱۹ امام بخاری، الجامع ۱، الصحیح، جلد دوم، مصطفیٰ باب الخلی، مصر ۱۳۲۵، ہجری، صفحہ ۵۷۱۔

۲۰ امام ابو یوسف، کتاب الخراج، المطبع السلفیہ، قاہرہ، ۱۹۳۳ء، صفحہ ۱۱۵

۲۱ امام مسلم، صحیح مسلم، جلد اول، قاہرہ ایڈیشن، ۱۹۵۵ء، صفحہ ۹۹

6. Ibn Taimiyyah on Public and Private Law, translation by Dr. Omar A. Farukh, ۵۶
Beirut, 1966, p. 171-72.

فان اطعنکم فلا تبتغوا علیہم سبیلاً" آیت نمبر (۳۲)

اور جو عورتیں ایسی ہوں کہ تم ان کی سرکشی کا علم رکھتے ہو تو انہیں نصیحت کرو اور انہیں خواب گاہوں میں تنہا چھوڑ دو اور انہیں مارو پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان کے خلاف بہانے نہ ڈھونڈو۔

اسی طرح استاد شاگرد کو مار سکتا ہے۔ اور بقول امام مالک، مصالحو المرسلہ یعنی مصلحت کی خاطر چور یا جرم پیشہ افراد کو پولیس مار سکتی ہے۔

حبس بے جا (FALSE IMPRISONMENT)

حبس بے جا سے مراد کسی شخص کی نقل و حرکت پر غیر قانونی پابندی ہے۔ مثال کے طور پر کسی شخص کو جبراً کسی کمرہ میں بند کر دینا یا جان سے مار دینے کی دھمکی دے کر کسی شخص کو آزادانہ نقل و حمل سے روکنا۔ اس ٹارٹ میں متقید شخص کو ہر طرف سے روک دیا جاتا ہے۔ جبکہ بے جا پابندی میں کسی ایک فعل کے سرانجام دینے یا کسی ایک سمت جانے سے روکنا ہوتا ہے۔ اس میں یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ مدعی کو اس کی مرضی کے خلاف ہر سمت جانے سے روک دیا گیا ہے۔ نیز یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے کہ حراست ناجائز تھی۔ اگر عدالت غلط فہمی کی بنا پر کسی کو سزا دیتی ہے تو وہ حبس بے جا نہ ہوگا۔ کسی شخص کی آزادی اُس کا بنیادی حق ہے۔ پاکستان میں دیگر دساتیر کی طرح یہ بنیادی حق ہے لہٰذا نہ صرف اقوام متحدہ بلکہ آرٹیکل نمبر ۷ (European Convention on Human Rights) میں شخصی آزادی کا حق موجود ہے۔

"Everyone has the right to liberty and security of life."

1. Justice M. Munir, Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, Lahore, 1965, p.96.
2. Francis G. Jacobs, The European Conventions on Human Rights, Clarendon Press, Oxford, 1975, p.45.

شریعت نے شروع ہی سے انسان کے اس مقدس حق کو تسلیم کیا جو حق اقوام متحدہ نے پہلی بار ۱۹۴۸ء میں دیا۔

سورۃ الملک میں ارشاد ربانی ہے: لہ

هو الذی جعل لکم الارض ذلولا فامشوا فی منا کبھا وکلوا من رزقہ

وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کی دی ہوئی روزی میں سے کھاؤ پیو۔

یعنی وہ ذات جس نے تمہارے لئے زمین کو ذریعہ معیشت بنایا۔ پس تم اس کے جوانب میں چلو اور اس کا رزق کھاؤ۔ حجۃ الوداع میں حضور اکرم صلی علیہ وآلہ وسلم نے انسانی زندگی کی حفاظت اور شخصی آزادی کا حکم صادر فرمایا۔ بقول علامہ کاسانی کسی شخص کو بغیر قانونی جواز کے نہیں پکڑا جاسکتا لہ

حضرت عمرؓ کا ارشاد گرامی ہے: کالیوسر رجل فی الاسلام الا بحق کہ اسلام میں کوئی شخص بغیر قانونی جواز کے قید نہیں کیا جاسکتا ہے۔ لہ اسی طرح سورۃ شوریٰ کی آیت ۱۵، سورۃ النحل کی آیت ۹۰ اور سورۃ النساء کی آیت ۵۸ میں عدل کرنے کا حکم ہے۔ اور یہ عدل اسلام کا شعار ہے لہ شک کی بنیاد پر بھی کسی کو قید میں نہیں رکھا جاسکتا۔ جیسے کہ حدیث شریف میں ہے:

ان الامیر اذا التفتی الی یبیتہ فی الناس افسدہم ۵۵

جب حکمران لوگوں میں شکوک اور شبہات تلاش کرے گا تو ان کو فساد میں ڈالے گا۔

لہ سورۃ الملک: آیت ۱۵

لہ علامہ کاسانی: بدائع الصنائع، جلد ہفتم، ۳۲۸، مجری، صفحہ ۶۔

لہ امام مالک: الموطا بخاری سید ابوالاعلیٰ مودودی اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۵۶۳۔

لہ سید قطب شہید: العدالة الاجتماعیہ فی الاسلام، اردو ترجمہ از ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی، اسلامک پبلیکیشنز لاہور ۱۹۷۷ء صفحہ ۲۵۶۔

۵۵ ابرو بخرد، سنن ابرو اور جلد سوم، مطبع السعادی، مصر ۱۹۵۰ء صفحہ ۳۷۵۔

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں بھی جس بے جا کا ذکر کیا ہے لہ اس کے برعکس برطانیہ جیسے مذہب ملک میں پہلی دفعہ (

۱۶۲۷ء میں)

میں مدعی کو (Criminal Offences) کے ذریعے سے آزاد کرایا گیا اور بقول پروفیسر ہڈ فیلس (Hood Phillips) پہلی دفعہ دستوری قانون میں اس زیادتی کے خلاف پارلیمنٹ نے آواز اٹھائی اور اس رٹ کا حق شہریوں کو ملا سہ قرآن حکیم اور احادیث شریف میں جس بے جا کا قانون مغربی قوانین سے کہیں زیادہ ممتاز اور قدیم ہے۔

مخاصمانہ عدالتی کارروائی (MALICIOUS PROSECUTION)

کسی شخص کے خلاف ایسی کارروائی جس کا قانونی جواز نہ ہو قانونی کارروائی کا بے جا استعمال کہلاتی ہے اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(۱) کیئنہ سے فوجداری کارروائی شروع کر دینا۔

(۲) کیئنہ سے دیوانی کارروائی شروع کر دینا۔

(۳) کیئنہ سے گرفتاری کرانا۔

(۴) کیئنہ آمینز کارروائی کی حوصلہ افزائی کرنا۔

کیئنہ سے فوجداری کارروائی شروع کرنے کی مثال ایسے ہے کہ کسی کو قتل، لٹائی اور ذلنگا فساد کے مقدمات میں الجھا دینا۔ اسی طرح کسی کے خلاف بلا جواز سول عدالت میں مقدمہ دائر کر دینا بھی غلط ہے۔ کسی کو کیئنہ سے گرفتار کرانا جبکہ وہ شخص بے قصور

ہو اس زمرے میں آتا ہے۔ گرفتاری بذریعہ وارنٹ بھی ہو سکتی ہے اور بذریعہ پولیس بھی۔ کیئنہ سے مقدمہ کی حوصلہ افزائی کرنا قانونی اصطلاح میں (

Maintenance and Champerty) کہلاتا ہے۔ برناتے کیئنہ و خاصیت کسی مقدمہ باز فریق

لہ امام ابو یوسف، کتاب الخراج (صفحہ ۱۰۷)

Hood Phillips, Constitutional and Administrative Law, Sweet and Maxwell, London, 1973, p. 402.

لہ

کی حوصلہ افزائی کرنا غیر قانونی ہے۔ اسی طرح کسی پیشہ ور مقدمے باز کی مالی مدد بھی غیر قانونی ہے۔ مخاصمانہ عدالتی کارروائی حقوق العباد کی خلاف ورزی ہے۔ ہر شخص کا مال، عزت اور جان محفوظ ہے۔ جھوٹی مقدمہ بازی کے بارے میں سنن ابوداؤد میں ایک حدیث شریف ہے: لے

”من حالت شفاعتہ دون حد من حدود اللہ فقد ضاد اللہ
ومن خاصم فی باطل وهو یعلمہ لم ینزل فی سخط اللہ حتی ینزع عنہ،
ومن قال فی مومن مالیس فیہ اسکنہ اللہ ردغۃ الخبال حتی یندرج
مما قال“

”کہ جس شخص کی کوئی سفارش اللہ کے احکام میں کسی حکم کے نفاذ میں آڑے آئی تو اُس شخص نے خدا کی مخالفت مولیٰ اور جس شخص نے جانتے بوجھتے کسی ناحق معاملہ میں مقدمہ بازی کی وہ اُس وقت تک اللہ تعالیٰ کے غضب کا شکار رہتا ہے جب تک کہ اس مقدمہ سے دستبردار نہیں ہو جاتا اور جس شخص نے کسی صاحب ایمان شخص کے بارے میں کوئی ایسی بات کہی جو اس میں نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو جہنمیوں کے پخوڑ سے بننے والے کچھڑ میں پھینک دیں گے (یا پھینک دینے کا فیصلہ کریں گے) یہاں تک کہ وہ اپنے کبے سے واپس ہو۔“

اسی طرح حدیث پاک میں ارشاد ہے: من ادعی مالیس لہ فلیس منا ولیتوا

صفحة من النار“

یعنی جس شخص نے کسی ایسی چیز کا دعویٰ کیا جو اس کی نہیں ہے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے اُس کو چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ لہٰذا اسی طرح جھوٹی گواہی دینا بھی سورۃ فرقان میں منع فرمائی:

لہ ابوداؤد: سنن ابوداؤد، جلد دوم، نوکشور، ۱۲۹۳ ہجری صفحہ ۱۵۰

لہ ابن ماجہ، سنن ابن ماجہ، طبع مکمنو، ۱۳۱۵ ہجری صفحہ ۱۶۶

والذین لا یشہدون الذور واذا مروا باللغو مروا کواہما

(DEFAMATION)

ازالہ حیثیت عرفی یا قانون ہتک عزت

کسی شخص کا دوسرے شخص کے بارے میں ایسا فعل بے جا جس سے اس کی نیک نامی متاثر ہوتی ہو ہتک عزت کہلاتا ہے۔ اس قسم کے فعل بے جا سے اس کے دوست، احباب، علاقائی، اہل محلہ اور ملنے جلنے والے محض اس توہین آمیز بیان کی وجہ سے کترانے لگیں تو مدعی کو مدعا علیہ کے خلاف نالاش کرنے کا حق محفوظ ہے۔ کیونکہ اس سے مدعی کے بارے میں حقارت اور تمسخر پیدا ہوتا ہے۔ مدعی قانونی چارہ جوئی، نقصان بلا مضرت کے تحت کرے گا کسی کا تمسخر کئی طریقوں سے ہو سکتا ہے مثلاً گھبرات سے، بیان سے، کارٹون یا خاکے سے وغیرہ وغیرہ۔ اگر کسی کی شہرت، تحریر سے خراب کی جائے تو اسے قانونی اصطلاح میں (Slander) کہتے ہیں اور اگر زبانی ازالہ حیثیت عرفی ہو تو اسے (SLANDER) کہتے ہیں۔ زبانی تمسخر جس کے بارے میں شکایت کی جائے وہ واقعی توہین آمیز ہونا چاہیے۔ نیز بیان بے بنیاد، جھوٹا اور غلط بیانی پر مبنی ہونا چاہیے۔ بیان خواہ واضح طور پر یا اشارہ کنایہ مدعی کی توہین کرتا ہو، قابل گرفت ہے۔ نیز توہین آمیز بیان کی نشر و اشاعت ضروری ہے اس سے یہ مراد ہے کہ تیسرے شخص تک یہ پہنچایا جائے۔ بعض دفعہ بین السطور ازالہ حیثیت عرفی بھی ہو سکتی ہے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ الزام لگانے والا یا تمسخر کرنے والا بین السطور بات کہہ جاتا ہے مثلاً کسی کو طنزاً ”حضرت“ کہہ دینا۔ ہتک عزت کی اس قسم کو قانونی اصطلاح میں (INNUEENDO) کہا جاتا ہے۔ ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمات میں عذر داری کے تین امور پایا جانا اشد ضروری ہیں۔

(۱) اگر توہین آمیز الفاظ درست ہوں اور مدعی میں فی الواقع وہ نقص موجود ہو تو مقدمہ کے لیے جواز مبنی نہیں ہو سکتا ہے۔

(۲) اگر مدعی کے افعال اور کردار پر بغیر جانبدارانہ اور نیک نیتی کے ساتھ تنقید ہو تو یہ

بھی قابل گرفت نہیں۔ مثلاً تنقید عوامی مفاد کے پیش نظر کی جائے۔ عوام کے مسائل موضوع تنقید بنائے جاسکتے ہیں۔

(۳) اسمبلیوں میں جو حقوق ممبروں کو ملے ہیں وہ بھی قابل گرفت نہیں ہوتے۔ مغربی قانون تو قطعی استحقاق دیتا ہے لیکن فقہ میں ایسا نہیں۔ کسی پر الزام تراشی فراڈ حکیم کی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے اور قابل گرفت ہے۔ اسی طرح عدالتی کارروائی یا فوجی عدالت کی کارروائی کے دوران پارٹیوں کے بیانات فریقین کو استحقاق دلاتے ہیں۔

تحفظ عزت نفس و حیثیت عرفی سورۃ الحجرات کی آیت (۱۲-۱۱) میں درج ہے۔
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ --- إِنَّ اللَّهَ تَوَّابٌ رَّحِيمٌ۔
اسی طرح حدیث مبارکہ میں کذب کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے گنویا گیا۔ "اجتنبوا السبع الموبقات۔ كذب المحصنات المؤمنات الغافلات" لہ کسی کو چور، کہنا، شرابی کہنا اور بددیانت کہنا بھی قابل تعزیر ہیں لہ بقول BASSIOUNI اسلام میں تحفظ عزت کا بہت زیادہ خیال رکھا گیا ہے لہ

سورۃ الحجرات میں قانون ہتک عزت کے بارے میں سید قطب تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ انسان کی عزت کا تحفظ قرآن حکیم نے انتہائی اعلیٰ درجہ کا کیا ہے۔ انسانی عزت کا تحفظ قرآن حکیم نے ایک باڑ لگا کر کیا ہے۔ جمہوری ممالک میں بھی انسان کی عزت اتنی محفوظ نہیں جو قرآن حکیم نے بیان فرمائی لہ امام غزالی غالباً وہ پہلے مدبر ہیں جنہوں نے احیاء العلوم میں تفصیل سے قانون ہتک عزت پر بحث کی اور غیبت، دل آزاری، کنایت، توہین اور زبالی

لہ المعنی: ۱۵: ۱۰ مجلہ مولانا سید محمد حسین ہاشمی، اسلامی حدود مکہ مکس، ۱۹۷۹ ایڈیشن صفحہ ۷

لہ عبدالقادر عودہ: التشریح الجنائی الاسلامی، بیروت ایڈیشن جلد دوم ۱۹۶۸ صفحہ ۲۶۱

3. M. Sharif Bassiouni, The Islamic Criminal Justice System, New York, 1982, p. 19

لہ سید قطب: فی ظلال القرآن، دار العرب، بیروت، چوتھی ایڈیشن، صفحہ ۱۶۱

اور تحریری ہتک عزت منع فرمائی لہٰذا امام مالک نے (INNHEND) یعنی کنایتاً توہین کے لیے باقاعدہ التعریض کا لفظ استعمال کیا لہٰذا اسی طرح سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۱ میں افواہیں پھیلانا اور جنہل خوری منع فرمائی گئی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بھی نہج البلاغہ میں کافی تفصیل سے بحث فرمائی لہٰذا

قانون غفلت :

(NEGLIGENCE)

غفلت ایسا ترک فعل ہے جس کا ارتکاب معمولی سی سوچ بوجھ رکھنے والا شخص نہ کرے۔ یاد دوسرے الفاظ میں غفلت ترک فرض سے یا غیر قانونی ادائیگی فرض سے وجود پاتی ہے۔ بعض کے نزدیک غفلت ترک فرض نہیں بلکہ قانون کی تعیین کردہ ذمہ داری کو پامال کرنا ہے۔ غفلت اس وقت قابل کاروائی ہوتی ہے جب مدعا علیہ اپنے کسی فعل کی انجام دہی میں مناسب احتیاط نہ برتے اور اس سے مدعی کی ذات یا جائیداد کو نقصان پہنچے۔ مناسب احتیاط سے مراد وہ اقدامات ہیں جو ایک شخص اپنے طرز عمل میں اس لیے ملحوظ رکھتا ہے کہ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آئے۔ مضرت کی بنیاد مدعا علیہ کے ترک عمل پر ہوتی ہے مقدمہ غفلت میں عذر خواہی کے تین معروف طریقے بیان کیے جاتے ہیں مثلاً خدائی افعال (VIS MAJOR)۔ اسے (ACT OF GOD) بھی کہتے ہیں۔ یا ناگمانی حادثہ۔ مثلاً اچانک گاڑی پٹری سے اتر جاتی ہے اور کافی لوگ مر جاتے ہیں۔ یہ ناگمانی حادثہ سمجھا جائے گا۔ اسی طرح امدادی غفلت (Contributory Negligence) بھی عذر خواہی تصور ہوگا۔ مثلاً ایک شخص جانتا ہے کہ گاڑی کا پائیدان ٹوٹا ہوا ہے اور وہ وہاں کھڑا ہونے کی کوشش کرتا ہے اور گر جاتا ہے اور زخمی ہوتا ہے۔ اس صورت میں ذمہ داری مدعی کی نہیں ہے۔

لہٰذا امام غزالی: احیاء العلوم الدین، اردو ترجمہ جلد سوم۔ صفحات ۸۰ سے ۱۱۳ تک

لہٰذا امام مالک، الموطا، کراچی ایڈیشن صفحہ ۲۸۶

۳

Hazrat Ali, Nahjul Balagha, Sermons,
Letters and Sayings of Hazrat Ali;
Ansarian Publications, Qum, Iran,
1981.A. p.238-40.

قانون جواز رانی میں بھی امدادی غفلت کا قانون رائج ہے۔ ملاحوں کی غفلت کے تناسب سے ہر جانہ دلایا جاتا ہے۔ اگر مدعی اور مدعا علیہ دونوں کی غفلت برابر ہو تو پھر فریقین کو مساوی ہر جانہ ادا کرنا پڑتا ہے۔

سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۶ میں ارشاد ہے: "واعبدوا اللہ ولا تشركوا به شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتیمیٰ والمسلکین والجار ذی القربیٰ والجار" الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل"

ترجمہ: اللہ کی عبادت کرو اور کئی چیز کو اسکا شریک نہ ٹھہراؤ اور حسن سلوک رکھو والدین کے ساتھ اور قرابت داروں کے ساتھ۔ اور یتیموں اور مسکینوں اور پاس والے پڑوسی اور دور والے پڑوسی اور ہم مجلس اور راہ گیر کے ساتھ۔

یہاں پڑوسیوں اور سفر کے ساتھیوں کے ساتھ بھی بھلائی کی تلقین کی گئی ہے بقول اوصاف علی خاں:

”بسوں، ہوائی جہاز، ہوٹلوں، گاڑیوں اور دیگر مقامات پر ساتھیوں کے ساتھ حکم سلوک دیا گیا ہے۔ اصحاب بالجنب سے مراد یہ لوگ بھی ہیں“۔

اسی طرح کارخانے میں کام کرنے والے دو ساتھی بھی اصحاب بالجنب کی صف میں آجائیں گے۔ اگر ایک ساتھی دوسرے سے غفلت کرتا ہے اور اس غفلت کی وجہ سے نقصان ہوتا ہے تو مدعی مارٹ کے تحت دعویٰ کر سکتا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص راستے پر ترموز پھینک دے اور کوئی پھسل جائے تو اس غفلت کی وجہ سے مدعی دعویٰ کر سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی عورت کو مارے اور اس کا حمل گر پڑے تو جنین کے لیے

۱۔ اوصاف علی خاں، حقوق العباد، مکتبہ امدادیہ، ملتان ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۳۳

۲۔ سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی، یونائیٹڈ پبلیشرز، لاہور ۱۹۶۲ء صفحہ ۲۷۸

۳۔ امام نووی، منہاج الطالبین، انگریزی ترجمہ از احمد Huda، صفحہ ۲۷۲

تاوان (غزہ) ادا کرنا ہوگا۔ لے جانوروں کا مالک غفلت کرے اور جانور کسی کو نقصان پہنچائیں تو مالک تاوان ادا کرے بشرطیکہ جانور کے خطرناک ہونے کا علم مالک کو ہو۔ یہ فیصلہ (افریقہ) میں (NASOR V. MOHAMMAD) میں ہوا تھا لہٰذا اسی طرح اگر کسی کا گھوڑا کسی کو ٹانگ مارے اور نقصان کرے تو مالک ذمہ دار ہے لہٰذا اسی طرح یہ غفلت کی وجہ سے مالک ذمہ دار ہے اگر اس کا جانور کسی کو نقصان دے لہٰذا اسی طرح ٹریفک کے حادثات میں مدعا علیہ غفلت کی صورت میں ذمہ دار غفلت کی صورت میں عدالت معاوضہ کم بھی کر سکتی ہے۔

(DANGEROUS PREMISES) مخدوش عمارات

ایسی خطرناک اور مخدوش عمارات جو مالی اور جانی نقصان کا باعث بنیں، ٹارٹ کے صحن میں آتی ہیں۔ ان کے قابضین اور مالکان قطعی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے ملاقاتیوں اور گھر والوں کو ان حضرات سے آگاہ کریں۔ اگر میرے کمرے کی چھت اچانک گر پڑی ہے اور میرے کسی دوست کو زخمی کر دیتی ہے تو میں قطعی طور پر ذمہ دار ہوں۔ اسی طرح مکان کا مالک بھی ذمہ دار ہوگا۔ اگر گاہک اس کی دوکان کی چھت تلے عمارت کے بلے وغیرہ سے زخمی ہو جائے۔ اس کی چار صورتیں ہیں:

(۱) داخل ہونے والا اجازت لے کر داخل ہوا ہو۔

(۲) داخل ہونے والا مدخلت لے جا کا مرتکب نہ ہو۔ مثلاً چور وغیرہ۔

(۳) داخل ہونے والا معنوی اجازت کا حامل ہو۔ مثلاً گاہک وغیرہ

1. N.J.Coulson, Succession in the Muslim Family, Cambridge, 1971, p.207-208

2. Anderson, Islamic Law in Africa, HMSO, London, 1954, p.76.

لے تناوی مالگیری جلد نہم، لکھنؤ ۱۹۷۱ء - صفحہ ۳۸۲

لے مرغینانی: الہدایہ جلد سوم، مکتبہ رحیمیہ دیوبند - ۱۳۷۸ھ صفحہ ۶۱۰

(۲) داخل ہونے والا قانونی حق رکھتا ہو کہ جب چاہے داخل ہو۔ مثلاً بجلی کا میٹر ریڈر۔
مدعا علیہ ان صورتوں میں قصور وار نہیں ہوگا اگر مدعی نے خود مضرت کے اسباب
کر لیے ہوں یا اسے علم ہو کہ خطرہ موجود ہے۔ یا مدعی خود مداخلت بے جا کا مترکب ہوا
ہو یا مدعی نے جان بوجھ کر خطرہ مول لیا ہو مثلاً موت کے کنوئیں میں موٹر سائیکل یا کار
چلانے والے۔ وغیرہ وغیرہ۔

اگر کسی کی دیوار ٹیڑھی ہے اور گر جاتی ہے اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا ہے تو مدعی
تاوان وصول کر سکتا ہے لہ اگر کسی شخص نے عام راستے میں پانی ڈال دیا اور کوئی شخص اس
پانی میں پھسل گیا اور گر اور اس کی موت واقع ہوگئی تو پانی ڈالنے والا ضامن ہے۔ اسی طرح
اگر کسی آدمی نے عام راستے اور گزرگاہ میں کنواں کھودنے والے کی مددگار برادری (عائلی)
پر دیت لازمی ہوگی لہ اگر کسی شخص نے کوئی پل بنایا حاکم کی اجازت کے بغیر پھر کوئی آدمی
اپنے ارادہ اور اختیار سے اس پر چلا اور گر کر مر گیا تو اس کا ضمان پل بنانے والے پر
نہیں ہوگا۔

اگر کسی کی عمارت مخدوش ہے تو وہ اسے گرا دے ورنہ کسی کے نقصان کا ذمہ دار
ہوگا۔ اگر کسی نے اپنے گھر خطرناک جانور یا کتا رکھا ہے تو اس کو قابو میں رکھے بصورت نقصان
وہ تاوان ادا کرے گا۔

جانوروں کے جنایات

فقہ اسلامی میں جانوروں کی دو اقسام بیان کی گئی ہیں:

(۱) خطرناک جانور

سلف کنز الدقائق، المکتبہ رحیمیہ، دیوبند یو پی۔ انڈیا، صفحات ۳۰۳-۱۰۲

سلف کتاب الہدایہ صفحہ ۹۰۲

سلف ایضاً صفحہ ۹۰۳

۳) پالتو قسم کے جانور

پہلی قسم میں شیر، ریچھ، بھیریا، بندر، ہاتھی، چیتا ہو سکتے ہیں۔ جب کہ بلی کتا یا ایسے بے ضرر جانور جو عام حالات میں کسی کے لیے خطرے کا باعث نہیں بن سکتے۔ اگر کوئی جانور انسانی تجربات کی بنیاد پر خطرناک نہیں اور انسان انہیں رکھتے ہیں تو ہر شخص ایسا جانور رکھ سکتا ہے جیسے ہرن یا گھوڑا، بیل وغیرہ۔ اگر ایسا کوئی جانور کسی شخص کو نقصان پہنچاتا ہے تو مدعی پر فرض ہے کہ وہ ثابت کرے کہ مالک کو علم تھا کہ اس کا جانور مخصوص قسم کی خطرناک عادت کا مالک تھا۔ اگر کتا خونخوار ہے تو اس صورت میں مالک ذمہ دار ہے اور نقصان کی تلافی کرے۔ یہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے۔ فتاویٰ عالمگیری کے مطابق:

در اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے کے قریب اپنا گھوڑا باندھتا ہے اور گھوڑا کسی کو دو لٹی مارتا ہے تو اس صورت میں گھوڑے کا مالک تادان کا ذمہ دار ہوگا لہذا انوار احمد قادری لکھتے ہیں:

”اگر کسی کا گھوڑا کسی دوسرے شخص کو جاتے ہوئے ٹانگ مارتا ہے یا بیل یا کتا کسی راغبیر کو کاٹتا ہے یا نقصان پہنچاتا ہے تو مالک ذمہ دار ہے“ لہذا

آن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے کہ اگر کوئی کتا شور مچاتا ہے اور عوام کو اس سے تکلیف پہنچتی ہے اور یہ جانور خطرناک قسم کا ہے تو اسے مارا بھی جا سکتا ہے لہذا

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی جانور پر سواری کرتا ہے اور جانور کسی کو نقصان پہنچاتا ہے تو اس میں مالک ذمہ دار ہے اور بقول صاحب کتاب الہدایہ مالک ہر اس حادثہ کا ذمہ دار ہے جو جانور کو شاہراہ پر یکدم کھڑا کرنے کی وجہ سے رونما ہو سکتا ہے لہذا

لہذا فتاویٰ عالمگیری، نویں جلد، لکھنؤ ایڈیشن رانڈیا، صفحہ ۳۸۲۔

2. Anwar Ahmad Qadri, Islamic Jurisprudence in the Modern World, Sh. Mohammad Ashraf, Lahore, 1973, p.343

لہذا عبداللہ قرطبی، عدالت نبوی کے فیصلے، اوبستان، لاہور ۱۹۵۱ء صفحات ۳۲۶-۳۳۵۔ لہذا ہدایہ: ۴: ۶۱۰

بقول ' (Joseph Schacht) ، اگر کوئی شخص اپنا جانور کسی کو کہ ایہ پر دیتا ہے اور کہ ایہ پر لینے والا شخص اپنی غفلت سے گر پڑتا ہے تو اس صورت میں مالک کی ذمہ داری نہیں ہے لہ

دھوکہ دہی : (تغزیہ)

بقول ڈاکٹر نور محمد غفاری :

”ملاوٹ اور دھوکہ دہی جسے آج کل کاروباری ہنر اور نفع آوری کا بہترین ذریعہ سمجھ لیا گیا ہے، اسلام کے قانون تجارت میں نہایت قبیح حرکت اور انسانیت سوز عمل قرار دیا گیا ہے۔ تجارتی کاروبار میں اس قسم کی حرکات کرنے والے تجار کی نفسیات یہ ہوتی ہے کہ وہ زیادہ نفع کمائیں، ناقص مال دکھا کر عمدہ مال کے دام وصول کریں گویا اپنے بھائیوں کا نقصان کر کے اپنا نفع بڑھا میں وہ نہیں دھوکہ دے کر اور دیوانہ سمجھ کر اپنی اس فرزانگی پر اپنے دل ہی دل میں مفتون ہوئے جاتے ہیں۔

اں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

من غش فليس متاً (مسلم: مشکوٰۃ الصایح) حدیث نمبر ۲۶ باب المنی عنما من البیوع یعنی جس نے ملاوٹ کی وہ ہم میں سے نہیں۔

الشوکانی نے نیل الاوطار میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک گوالے کا دودھ

ملا پانی زمین پر بہا دیا لہ

فقہ میں دھوکہ سے مراد ایسے افعال ہیں جو مدعا علیہ یا اس کے کارندے سے انجام دیں اس نیت سے کہ دوسرے فریق یا اس کے کارندے کو دھوکہ دے یا اس قسم کے معاہدے

1. Joseph Schacht, An Introduction to Islamic Law, Oxford, 1964, p. 183

۱۔ مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانون تجارت، صفحہ ۲۲، مطبوعہ مرکز تحقیق دیال سنگھ لائبریری لاہور۔

میں شمولیت کی ترغیب دے۔ سورۃ المطففین میں ارشاد ربانی ہے۔

”وکیل للمطففین“ یعنی بربادی ہے ان کے لیے جو دھوکہ دہی کرتے ہیں

دھوکہ دہی سے منع کرنے کے احکام سورۃ نساء کی آیت نمبر ۲۹، الفرقان کی آیت نمبر ۲۴،

سورۃ ہود آیت ۸۴، سورۃ آل عمران کی آیت ۱۶۱ اور سورۃ الشعراء کی آیت ۱۸۴ میں

بیان فرمادیے گئے ہیں۔ فقہ میں دھوکہ دہی (FRAUD) کا متبادل لفظ غور یا

تغزیر ہے۔

محلۃ الاحکام الحدیث کے آرٹیکلز ۳۳۶ تا ۳۵۷ اس سلسلے میں دیکھے جاسکتے ہیں۔

کتاب الہدایہ میں درج ہے کہ مدعی ان مقدمات میں باقاعدہ معاوضہ بھی وصول کر سکتا ہے۔

حقوق تجارت پر حملہ

تجارت کا عام فہم مفہوم بیع و شرا یعنی خرید و فروخت ہے مگر علماء اسلام نے

تجارت کے فنی مفہوم کی وضاحت کے لیے مختلف انداز اختیار کیے ہیں مثلاً امام راغب

اصفا فی کے نزدیک:

”التجارة، التصرف فی رأس المال طلباً للربح“

یعنی تجارت اصل (سرمایہ) میں اس طرح تصرف کا نام ہے جس سے منافع ہو۔

قرآن حکیم میں طلب رزق حلال کی تاکید کی گئی ہے۔ سورۃ انساء کی آیت نمبر ۲۹ میں

ارشاد ربانی ہے:

”و لا تأکلوا أموالکم بینکم بالباطل الا ان تكون تجارة عن

1. The Mejalla, translated by C.R. Tyser, All Pakistan Legal Decisions, Lahore, 1967, Articles 336-57.

۱۶ کتاب الہدایہ (انگریزی ترجمہ) از مجلس، صفحہ ۵۸، ۵۷، ۱۹۷۲ء

تواضع منکم؛

یعنی اپنے مالوں کو اپنے درمیان باطل کی راہ سے نہ کھاؤ بلکہ باہمی رضا کے ساتھ تجارت کی راہ سے نفع حاصل کرو۔

جہاں نفع کماتا ناٹانوی مقصد ہوتا ہے اور انسانی ہمدردی اور خدمت خلاق اولین مقصد ہوتا ہے وہ تجارتی نظام اسلام کا ہی ہے۔ اسلام کے عادلانہ معاشی نظام میں تجارت انسانوں میں باہمی تعاون اور خدمت خلاق کی ایک بہترین صورت ہے۔ قبیح حرکات اور انسان کشی افعال مثلاً سودی کاروبار، ملاوٹ، دھوکہ دہی، کم تولنا، جھوٹ بولنا وغیرہ سب منع ہیں۔

فقہ میں حقوق تجارت پر حملہ مغربی قانون ٹارٹ کی زبان میں PASSING OFF کہلاتا ہے۔ یعنی جعلی مارکہ تیار کرنا۔ کسی مقبول عام تجارتی کمپنی یا فرم کی مشہور مصنوعات کی نقل تیار کر کے اس پر وہی ٹریڈ مارک (TRADE MARK) استعمال کرنا ٹارٹ کی کاروائی میں بنائے نالاش بن سکتا ہے۔ مثلاً باٹا کمپنی کے مقابلے میں جوتے بنانا اور باٹا کالمیل لگا دینا۔ یہ سب شریعت میں ممنوع ہیں۔ اسی طرح حق پینٹ کی خلاف ورزی اور حق اشاعت کی تلفی منع ہے۔ حقوق تجارت پر حملہ قطعی طور پر حرام ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے۔

رد المحتار یکشرون لیوم القیامة فجار الامن

التقی و برو صدق؛

یعنی قیامت کے دن تاجر فاجروں کے زمرے میں اٹھیں گے۔ مگر وہ نہیں جنہوں نے پرنسز گاری، بھلائی اور سچائی سے کاروبار کیا ہے۔

لے مولانا ڈاکٹر نور محمد غفاری، اسلام کا قانون تجارت، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور، ۱۹۸۶ صفحات ۱۵ تا ۱۸

لے ترمذی، ابواب البیوع، مشکوٰۃ المصابیح، حدیث نمبر ۹ بحوالہ کتاب، بلا صفحہ ۲۲

نسلی امتیاز!

علماء شہریت نے مساوات کی بہت سی اقسام بیان کی ہیں مثلاً پیدائشی مساوات، معاشرتی مساوات، اور معاشی مساوات۔ اسلام انسانی اور سماجی اور نسلی لحاظ سے سب کو برابر سمجھتا ہے جہاں تک قانونی مساوات کا تعلق ہے تو اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہے کہ قانون کی عام حکمرانی کو قائم رکھے۔ فقہ میں امیر و غریب اور راعی و رعایا سب قانون کی نظر میں یکساں ہیں۔ نہ صرف ہر شہری بلکہ منتظم اعلیٰ بھی اسلامی ریاست میں قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث شریف ہے:

انما ہلک من کان قبلکم انتم کالذوالقیصر ان الحد علی الوضیع و
ینرکون الشریف۔ والذی نفسی بیدہ لو فاطمہ (بنت محمد)
فعلت ذک اقطعت یدھا

یعنی تم سے پہلے اُنہیں جو گزری ہیں وہ اس لئے برباد ہوئی تھیں کہ وہ لوگ کمتر درجہ کے مجرموں کو قانون کے مطابق سزا دیتے تھے اور اونچے درجے والوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ اس ذات پاک کی قسم ہے کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر محمدؐ کی بیٹی ناظمہ بھی چوری کرتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ اے اسلامی ریاست میں رنگ و نسل اور خون اور پیشہ کی بنیاد کو ختم کر دیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد ہے:

وجعلناکم شعرباً وقبائل لتعارفوا۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔

یعنی اور ہم نے تمہیں مختلف شاخوں اور قبائل میں اس لئے منقسم کیا تاکہ تمہارا آپس میں تعارف ہو سکے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک عزت والا وہ ہے جو اس سے ڈرنے والا ہو۔

اے امام بخاری البخاری، کتاب الحد و جلد ۸ صفحہ ۲۸۶ (طبع مصر)

اے سورۃ الحجرات، آیت ۱۳۔

آنحضرت صلعم کا ارشاد ہے کہ کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔

بقول اسے بکے۔ بروہی: اہل مغرب کا یہ تصور غلط ہے کہ وہ انسانی تہذیب کے نقیب ہیں لے نسلی امتیاز اب تک برطانیہ میں اور دیگر یورپی ممالک نیز امریکہ میں انسانیت کے لئے ایک مسئلہ بنا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ میں (APARTHEID) اور امریکہ میں (SEGREGATION) یعنی گوروں کی علیحدگی کے قوانین اور برطانیہ میں

(Racial Discrimination Act) نسلی امتیاز کی بدترین مثالیں ہیں پہلی دفعہ اسی ۱۹۵۴ء کو امریکہ کی سپریم کورٹ نے یہ فیصلہ دیا کہ یونیورسٹیوں میں گوروں اور کالوں کے درمیان امتیاز غیر قانونی ہے۔ اس کے مقابلے میں آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ حجۃ الوداع انسانی امتیاز کے خلاف ایک زبردست چیلنج ہے جس کا اعتراف Robert Briffault نے بھی کیا ہے لے

خواتین کی حیثیت

شومہ اور بیوی انگلستان میں ایک دوسرے کے خلاف ٹارٹ کی بنیاد پر دعویٰ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ میاں بیوی کو ایک اکائی (ONE PERSON) تصور کیا جاتا تھا۔ ۱۹۳۵ء کا قانون اس ضمن میں قابل ذکر ہے۔ اب جا کر قانون میں ترمیم ہوئی ہے اور میاں بیوی ایک دوسرے کے خلاف ٹارٹ کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ بلکہ جائیداد کا

1. Saleem Azam, Islam and Contemporary Society, Longman, (New York), 1982, p. 252
2. Robert Briffault, The Making of Humanity, Islamic Book Foundation, Lahore, 1980, p. 185

حق عورت کو پہلی مرتبہ زیر دفعہ ۱۸۸۲ء Married Women's Property Act (1882) پہلی دفعہ برطانیہ میں ملا لے سید امیر علی اسلام میں نواتین کی حیثیت کے بارے میں لکھتے ہیں: لے

"The reforms of Prophet Muhammad marked a new departure in the history of Eastern Legislation".

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاحات (جو انہوں نے نواتین کی حیثیت کو ممتاز کرنے کے سلسلے میں کیں) مشرق کی تاریخ قانون سازی سے ایک نئی اور الگ راہ تھی۔ آنحضرت محمد صلعم نے عورت کو بطور ماں، بیٹی، بہن اور بیوی کو بے پناہ حقوق عطا فرمائے۔ قرآن حکیم میں جگہ جگہ نواتین کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ اسلام نے عورت کو صحیح مقام دے کر انسانیت کو ایک عظیم فساد سے بچا دیا۔ خاندان کا سربراہ اور حاکم مرد ہے لیکن عورت کے حقوق بھی متعین ہیں۔ ان فرض اسلام نے ایسا نظام عطا فرمایا جس میں بقول محمد مظہر الدین صدیقی عفت اور حیا ہے لے

پروفیسر گلسن نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں لکھا ہے کہ اسلام نے ان کی حیثیت کو بلند کیا ہے لے

اسلام نے عورت کو جائیداد کا حق دیا۔ نواتین کی عصمت کی حفاظت کی اور

1. David Baker, Tort, Sweet and Maxwell, London, Third Edition, p.333.
2. Syed Ameer Ali, Muhammadan Law, Tagore Law Lectures, Calcutta, Fifth Edition, p.472.
3. Muhammad Mazheruddin Siddiqui, Women in Islam, The Institute of Islamic Culture, Lahore, 1952, Preface(111).
4. Neol J.Coulson, A History of Islamic Law, (Survey 2) Edinburg University Press, Edinburg 1971, p.14-15

ان کے لئے پردے کا حکم دیا نہ کہ یورپ کی طرح ایک ماڈل گرل کے طور پر پیش کیا اور
نقاشی کے لئے ایک سامان تعیش بنایا گھروں میں داخلے کے لئے بھی قرآن حکیم نے احکام
دیئے ہیں لہ

قرآن حکیم نے سورۃ النساء کی آیت نمبر ۳۴ میں یہ مستقل اصول بیان فرما دیا ہے کہ
”الرجال قوا متون علی النساء“ (مرد عورتوں پر قوام ہیں)

جہاں قانونی طور پر مرد کو حاکم بنایا گیا ہے وہاں اخلاقی سطح پر اپنی بیویوں کے ساتھ
حضور نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بار بار تلقین فرمائی۔ الغرض اسلامی فقہ میں عورت
کے تمام بنیادی حقوق محفوظ ہیں اور اس پر کوئی ظلم اور زیادتی روا نہیں رکھی جاسکتی
عائلی قوانین میں اُسے پورا تحفظ حاصل ہے۔

ٹارٹ میں مدعی اور مدعا علیہ کون ہو سکتے ہیں

(۱) صدر مملکت، امام ابو حنیفہ کے نزدیک رئیس مملکت قتل اور تلف رجائیات جہاں لاء

جیسے ٹارٹ کا مرتب ہونے پر ذمہ دار ہے اور اس کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا
ہے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک جہنایہ کے ارتقاب پر رئیس
مملکت کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ امام ماوردی کا بھی یہی خیال ہے۔

(۲) سفیر: عبدالقادر عودہ شہید کا خیال ہے کہ سفیر اگر ٹارٹ کا ارتکاب کریں تو

ان کے خلاف دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ اس رائے کا اظہار انہوں نے اپنی

تصنیف التشریح الجنائی الاسلامی میں کیا ہے۔

(۳) دشمن؛ یا اجنبی (ALIENS) اگر اجنبی دوست ہوں تو ان کے خلاف دعویٰ

ہو بھی سکتا ہے اور دعویٰ کر بھی سکتے ہیں۔ لیکن دشمن (ALIENS) دعویٰ نہیں کر سکتے ہیں لہ

(۴) فوج؛ اگر کوئی فوجی ٹارٹ کا مرتکب ہو۔ تو دعویٰ دائر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حقوق باہم معاف نہیں ہوتے ہیں۔

(۵) غیر مسلم یا ذمی؛ اگر کوئی ذمی ٹارٹ کا ارتقاہ کرے تو اس کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔ اگر اس کے حقوق پامال ہوں تو ذمی بھی ٹارٹ کے تحت دعویٰ کر سکتا ہے۔

(۶) نوکر شاہی کسی صورت میں ٹارٹ سے مستثنیٰ نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارک ہے؛

۳ الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ فالامام الاعظم الذی علی الناس راع وهو مسئول عن رعیتہ؛

(۷) کارپوریشن؛ کارپوریشن ایک (ARTIFICIAL PERSON) تصور ہوتی ہے۔ دعویٰ کر بھی سکتی ہے اور اس کے خلاف دعویٰ بھی سکتا ہے۔

(۸) شراکت دار؛ دوران شراکت اگر کوئی شراکت دار دوسرے ساتھی کے خلاف ٹارٹ کا ارتقاہ کرتا ہے تو اس کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

(۹) عدالتیں؛ بدیلتی پر مبنی ہر فیصلہ قابل گرفت ہے اور ٹارٹ کے تحت عدالتوں کے خلاف دعویٰ ہو سکتا ہے۔

(۱۰) متوفی؛ قناردی بزازیرہ میں درج ہے کہ اگر متوفی نے خون بہا دینا ہے تو اس کے وارثین ادا کریں لہ اس سے ثابت ہوا کہ متوفی کے وارث ٹارٹ کے تحت

Shaybani, Islamic Law of Nations 'Siyar' لہ
translated by Majid Khadduri, John
Hopkins Press, Baltimore, Maryland,
1966, p. 170-72

لہ بزازیرہ؛ قناردی بزازیرہ جلد ششم قاہرہ ایڈیشن (۱۹۰۵) صفحہ ۳۹۵۔

دعویٰ کر بھی سکتے ہیں، اور ان کے خلاف دعویٰ ہو بھی سکتا ہے۔
(۱۱) الجنین؛ اسقاط حمل اگر بلا قانونی جواز ہو تو مدعی یا مدعیہ غزوة (قتل کا بلخصہ خون بہا) وصول کر سکتی ہے۔

(۱۲) شادی شدہ مرد اور عورت؛ یہ بھی قانون ٹارٹ سے مشنتی نہیں ہیں۔

(۱۳) نابالغ بچے؛ نابالغ بچے گارڈین یا ولی کی معرفت دعویٰ ٹارٹ کا کر سکتے ہیں۔
(۱۴) باپ اور اس کی اولاد؛ اولاد باپ کے خلاف ٹارٹ کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔
حتیٰ کہ والد کے خلاف اولاد کے قتل کا قصاص بھی نہیں۔

(۱۵) سوئے ہوئے اشخاص، پاگل اور نشے کے عادی لوگ؛ ان کے خلاف ولی کی معرفت دعویٰ ٹارٹ ہو سکتا ہے۔

(۱۶) لوگر وغیرہ؛ یہ بھی دعویٰ کر سکتے ہیں۔

(۱۷) قیدی؛ قیدی بھی دعویٰ کر سکتا ہے۔ اسے بھی قانون ٹارٹ کا تحفظ ہے؛ سورۃ دہر میں ان سے نیک سنوک، کا حکم دیا گیا ہے۔ ان سے ظلم ردا نہیں لے

معقول عذر خواہی !

فعل مضرت رساں کے خلاف مندرجہ ذیل تحفظات (DEFENCE) حاصل ہوتے ہیں:

(۱) فطری عمل (Act of God)؛ فطرتی عوامل سے پیدا شدہ صورت حال کے لئے کوئی کاروائی نہیں ہو سکتی ہے۔

(۲) مدعی بحیثیت مرتکب فعل؛ اگر مدعی نے خود ٹارٹ کا ارتکاب کیا ہے تو وہ دعویٰ دائر نہیں کر سکتا ہے؛

(۳) نظریۂ ضرورت؛ Necessity؛ بوقت ضرورت معاشرتی بھلائی اور نفع کے

لئے کسی فرد کو قربانی کا جذبہ مد نظر رکھتے ہوئے اپنے انفرادی مفاد سے ہٹنا پڑتا ہے؛
 (۲) ذاتی دفاع؛ ہر شخص کا یہ بنیادی حق ہے کہ وہ اپنی ذات، جائیداد، عزت
 اور اشیاء کا دفاع کرے۔

(۵) ناگزیر حادثہ؛ کوئی ناگزیر حادثہ جو عام تحفظ، ہوشیاری یا مہارت سے روکا نہ
 جاسکے، تحفظ دلاتا ہے۔ یہ وہ حادثہ ہے جس سے کسی صورت محفوظ نہ رہا جاسکے
 (۶) معمولی نقصان کے حامل افعال؛ انہیں قانونی اصطلاحاً *DE MINIMIS*
non Curat Lex کہتے ہیں اور یہ بھی ٹارٹ کے ضمن میں نہیں آتے ہیں جیسے کسی کے
 بارے سے کوئی پھول توڑ لینا۔ یہ سرفہ نہیں یہ غصب ہے۔

(۷) ریاستی افعال؛ حکومت کے افعال جو مفاد عامہ کے لیے ہوں، ٹارٹ نہیں ہوتے۔
 بشرطیکہ معاوضہ ادا کیا جائے۔ جیسے کسی کی زمین سکول یا ہسپتال کے لیے حاصل کرنا۔
 (۸) نیم عدالتی افعال؛ ایسے افراد یا جماعت جو نیم عدالتی فرائض سرانجام دے رہی
 ہوں انہیں عمومی طور پر سول ذمہ داری سے تحفظ ملتا ہے۔ اسی طرح عدالتی افعال
 کا حال ہے۔

(۹) بہ رضا و اجازت؛ مغربی قوانین میں انہیں *Volenti non fit*
injuriam کہا جاتا ہے۔ ایسا نقصان یا مضرت جو رضا کارانہ طور پر حاصل ہو، قانونی طور پر کاروائی کے
 تحت نہیں آتی ہے۔

(۱۰) پدرانہ اور نیم پدرانہ اختیارات؛ والدین یا اساتذہ بصورت اصلاح جسمانی
 سزا بچوں کو دے سکتے ہیں۔ لہذا ان کے خلاف ٹارٹ کے قانون کے تحت معمولی
 نہیں ہو سکتا ہے۔

(۱۱) حکام بروقت ضرورت؛ کسی جہاز کے کپتان کو گہرے سمندر یا غیر ملکی بندرگاہ
 پر نہ صرف جہاز کے عملہ بلکہ مسافروں سے متعلق نظم و نسق کا اختیار حاصل ہوتا
 ہے۔ یہ نظریہ ضرورت کے تحت کپتان کو اختیار دیا گیا ہے۔

چارہ کار!

(۱) حکم امتناعی؛ حکم امتناعی ایک عدالتی کاروائی ہے جس کی رو سے ایک فریق کو ایک خاص کام کرنے کے لیے یا اس کام سے باز و منع رہنے کے لیے کہا جاتا ہے۔ یہ حکم امتناعی دادرسی کی نوعیت کا ہوتا ہے جو ایک فریق مقدمہ کو عطا کیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ فریق اس بات کا خدشہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو آئندہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔

(۲) قصاص و دیت؛ قتل کے مقدمات میں قصاص بھی ہے اور دیت بھی۔ اسی طرح زخموں میں بھی دیت ہے سورۃ بقرہ کی آیت ۱۷۹ میں ارشاد ہے: و لکم فی القصاص حیوة یا اولی الالباب

(۳) غرہ؛ اسقاط جنین کی صورت میں معاوضہ غرہ کہلاتا ہے۔ غرہ دیت کا بیسواں حصہ ہوتا ہے امام مالک اور امام شافعی نے غرہ کی قیمت کا اندازہ چھ سو درہم لگا دیا ہے۔ (۴) رد و (Restitution) اور اعطاء مثل۔ جنایات برجا ئیداد میں اگر کوئی متقولہ چیز ہے تو وہ واپس لوٹادی جائے اگر گم ہوگئی ہے تو اس طرح کی شے لوٹائی جائے۔ (۱۵) زمین کی واپسی یا زمین پر مکر قبضہ؛ یہ بھی جنایات برجا ئیداد میں اہم چارہ کا ہے۔

(۶) امر باعث تکلیف کو دفع کرنا؛ (Abatement) مجلۃ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکل ۱۲۰۰ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی کسی کو ضرر پہنچائے تو امر باعث تکلیف کو مدعی دفع کر سکتا ہے۔

(۷) حق آسائش یا خاص ملکیت؛ (Easement) جنایات برجا ئیداد میں حق

آئٹس ملتا ہے مثلاً روشنی کا حق وغیرہ وغیرہ -
 (۸) نقصان کی تلافی؛ نقصان کی تلافی رقم یا معاوضہ (DAMAGES) میں بھی ہو سکتی ہے۔

(۹) حفاظت خود اختیاری؛ حفاظت خود اختیاری ایک انسان کا بنیادی حق ہے
 حدیث پاک میں آیا ہے؛ "من قتل دون ماله فهو مشہید"؛ کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا جائے وہ شہید ہے۔ اپنی جان اور مال کی حفاظت میں جارج کو بقول امام شافعی "قتل بھی کیا جاسکتا ہے اگر موت کا خطہ ہو"۔

(۱۰) واصلات جائیداد (Mesne Profits) ایک ناجائز دخل کار اس بات کے لیے ذمہ دار اور جواب دہ ہے کہ وہ اُس منافع اور مفاد کا بھی حساب دے جو اس نے حاصل کئے ہیں۔

(۱۱) غصب اور اتلاف کے مقدمات میں چارہ کار؛ ان مقدمات میں مدعی کو دیت معاوضہ دیا جاتا ہے۔ امام ابوحنیفہ امام سرخسی اور امام شافعی سب اس پر متفق ہیں۔

دعویٰ دائر کرنے کی معیاد

انوار احمد قادری رقمطراز ہیں:

"To the older jurists, a person's right were not barred by the lapse of time

1. Ahmad Fathi Bahmassi, Criminal Responsibility in Islamic Law, cited in 'The Islamic Criminal Justice System by p. 184-5

علہ الام شافعی، کتاب الام، جلد ششم، مصر ایڈیشن۔

علہ سرخسی، المبسوط، جلد نهم، مصر صفحہ ۸۷

and thus the Qadi was obliged to hear the claim under the law. The intimation of time was recognised by the process of Fiqh and the claims could not be heard after the different fixed periods of limitation" لے۔

قدیم فقہاء کے ہاں کسی شخص کے حقوق زائد المیعاد ہونے کی بنا پر ختم نہیں ہوتے تھے لہذا قاضی کا یہ فرض تھا کہ قانون کے تحت وہ ان دعوؤں کی سماعت کرے۔ فقہ میں آخر کار قانون زائد المیعاد کو تسلیم کیا گیا اور ان دعوؤں کی سماعت وقت کے گزرنے کی بنا پر ختم ہو گئی اور مختلف دعوؤں کے دائرہ کرنے کے لئے میعاد مقرر کی گئی۔ ترکہ میں پڑانا نظریہ ختم ہوا اور ایسے قوانین وضع ہوئے جس کے ذریعے زائد المیعاد دعوؤں کو نہیں سنا جاتا ہے۔ دراصل لوگوں کی مصلحت اور عدالتوں کی سہولت کے لئے ایسے قوانین وضع کئے گئے۔ تاکہ زائد المیعاد دعوؤں سے عدالتوں میں مقدمات کی بھرمار نہ ہو جائے۔ لے۔

چند صورتیں ملاحظہ ہوں۔ جہاں زائد المیعاد ہونے کا قانون نافذ ہے :

- (۱) قتل کے مقدمات؛ قتل عمد کی صورت میں عاقلہ خون بہا تین سال کے اندر ادا کرے۔ ڈاکٹر تنزیل الرحمن لکھتے ہیں کہ مناسب مقدمات میں یہ رقم قسطوں میں بھی لی جاسکتی ہے اور مدت بھی عدالت بڑھا سکتی ہے لے۔
- (۲) اسقاط جنین کے مقدمات میں بھی دیت تین سال کے اندر ادا کرنا ہوتی ہے اگر عدالت چاہے تو اسقاط بھی مقرر کر سکتی ہے لے۔
- (۳) زخموں اور حملوں کے مقدمات؛ ان میں بھی میعاد تین سال ہے۔ کلسن لکھتے ہیں کہ

1. Anwar Ahmad Qadri, Islamic Jurisprudence in the Modern World, p. 499 لے

2. Sir Abdul Rahim, Muhammadan Jurisprudence, p. 199. لے

لے ڈاکٹر تنزیل الرحمن، اسعدی قوانین و حدود و قصاص، دیت و تعزیرات (قانونی کتب خانہ، لاہور، ۱۹۸۰ء) صفحہ ۱۹۸۔

4. H.A.R. Gibb and J.H. Kramers, Shorter Encyclopaedia of Islam, Article 'Akila'.

معاویہ نے مصر میں ۶۵۷ میں یہ حکم جاری کیا تھا کہ اس قسم کے مقامات میں حکم تین سال کے اندر اندر دیت وصول کریں۔ اقساط بھی مقرر کی جاسکتی ہیں لے امام شافعی اور امام نووی بھی اس حق میں ہیں کہ دیت تین سال کے اندر ادا کی جائے لے تفصیل کے لیے مجلہ الاحکام العدلیہ کے آرٹیکلز ۱۶۰ سے لے کر ۱۷۷ تک ملاحظہ ہوں۔ مختلف قسم کی میعاد مقدمات کی وہاں درج ہے۔

پاکستان میں اسلامی قانون ٹارٹ کے نفاذ کی چند تجاویز

پاکستان میں بے چینی اس وقت ختم ہوگی جب معاشی ترقی ہو اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کے حقوق کا حکومت مکمل تحفظ کرے۔ منظام عدالتوں (TORT COURTS) کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ پاکستان میں دیوانی عدالتیں، فوجداری عدالتیں اور دیگر ٹریبونل بلاشبہ اپنا کام سرانجام دے رہے ہیں لیکن انصاف کا حصول بہت مشکل ہے۔ دیوانی مقدمات درحقیقت پیارے مدعی کو مالی اور نفسیاتی تکالیف کی وجہ سے دیوانہ ہی کر دیتے ہیں۔ کئی سال بیت جاتے ہیں لیکن اُس کے باوجود پچیدہ قانون کی وجہ سے مقدمات لٹکے رہتے ہیں۔ اسلامی قانون ٹارٹ کے نفاذ کے لیے حسب ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:

(۱) فقہ اسلامی کی تدوین جدید بہت ضروری ہے۔ جہاں تک قانون ٹارٹ کا تعلق ہے۔ اس میں مذاہب اربعہ کے علاوہ فقہ جعفریہ کا بھی مسلک قانون ٹارٹ کے بارے میں موجود ہے۔ مجھے بنیادی طور پر ان مذاہب میں کم فرق نظر آیا ہے۔

(۲) اول تو فنائس کا محکمہ عدلیہ کے تعاون سے سول ججوں کی علیحدہ پوسٹیں مقرر کئے

1. N. J. Coulson, A History of Islamic Law, Survey (2), p. 29. لے

لے امام نووی: منہاج الطالبین: انگریزی ترجمہ از H.C. J. Ahmad ص ۲۲۵

تاکہ ہر ضلع میں مظالم عدالت ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو سول ججوں کو اس کے اختیارات دیئے جائیں اور طریقہ کار بہت زیادہ آسان رکھا جائے تاکہ کم از کم دقت میں لوگوں کی حق رسی ہو۔

(۳) یا محتسب کا دفتر بہت زیادہ مضبوط بنایا جائے۔ معلوم ہوا ہے کہ قریباً ۸۰ دفاتر استینان دفاتی محتسب کے دائرہ کار سے باہر ہوتی ہیں۔ اس اہم ترین ادارہ کو یا تو با اختیار بنایا جائے یا حتم کر دیا جائے۔ یا پھر صوبائی سطح اور ضلعی طور پر اسے مستحکم کیا جائے تاکہ یہ ٹارٹ کے مقدمات سنیں۔

(۴) استینان (PRIVACY) کا قانون کتنا موثر قانون ہے۔ لوگ ٹیلی فون سے دوسروں کی نیندیں حرام کرتے ہیں، دل آزاری کرتے ہیں، اخبارات میں لوگوں کی ناحق طور پر پگھڑی اچھالی جاتی ہے اگر کسی کی بیٹی سے زنا با بجر ہو یا کوئی مصیبت آن پڑے، پورے ملک میں اُسے اچھالا جاتا ہے۔ ایسی خبروں پر پابندی صرف قانون ٹارٹ ہی لگا سکتا ہے۔ قذف کا قانون راج ہے لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ اسلام کا قانون ہتک عزت لاکو کیا جائے اسی طرح ہسپتالوں میں ڈاکٹر صاحبان بعض دفع مریضوں کی جان خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ ان کی غفلت سے ہزاروں جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ ایسی صورت میں صرف قانون ٹارٹ ہی تحفظ دے سکتا ہے۔ مخدوش عمارات سے جانیں ضائع ہو جاتی ہیں، ٹریفک کے حادثات کوکنے میں انگریزی قانون انتہائی غیر موثر اور ناقص ہے۔ قصاص اور دیت کا قانون اور غفلت کا اسلامی قانون نافذ کرنے سے حالات سد ہر سکتے ہیں۔ خواتین کی عزت محفوظ نہیں، اسلامی قوانین ہی صحیح معنوں میں ان کے محافظ بن سکتے ہیں۔

(۵) قانون قصاص اور دیت ابھی تک لاکو نہیں ہوا۔ یہ قانون ٹارٹ کا اہم ترین حصہ ہے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا وضع کردہ

(Offences Against Human Body (Enforcement of Qisas and Diyat Draft Ordinance, 1984)

کیوں نہیں نافذ ہو رہا۔ پولیس دندا نتی پھر ہی ہے تھلے ٹھیکوں پرگے ہوئے ہیں۔ اور S.H.O.

ابھی تک اپنی نام نہاد سلطنت کا بادشاہ جسے (Tin Pot Bitter) کہنا زیادہ ضروری ہے لوگوں کو جس بے دردی سے لوٹ کھسوٹ رہا ہے، مجھے ڈر ہے کہ قوم کہیں عذاب میں گرفتار نہ ہو جائے۔ پٹواری اور تحصیل دار نیز دیگر محکمے پولیس سے بھی بڑھ کر ہیں رشوت کا کینسر اہل کار اور نوکر شاہی کے جسم میں پھیل چکا ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ افسر شاہی کی گردن اور زیادہ توڑی جائے۔ اور انہیں عوام کے سامنے اور زیادہ جوابدہ بنایا جائے۔

۶۔ اسلام کے تجارتی قوانین بہت واضح ہیں۔ انسان کے دشمن تاجروں پر قانون ٹارٹ کے تحت مقدمات چلائے جائیں اور بلاوٹ والی اور ناقص اشیاء کے پکڑے جانے پر یا گاہک کے استعمال پران پر بھاری تاوان ڈالا جائے جیسے برطانیہ میں قانون رائج ہے۔

الغرض تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رہنمائے کاروان انسانیت ہیں۔ انسانی حقوق کے نقیب اول ہیں۔ بیکیوں کے سہارے، بے قراروں کے قرار اور کمزوروں کا زور ہیں۔ قرآن حکیم کا دیا ہوا قانون ٹارٹ جس کی تشریح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمادی ہر لحاظ سے ایک مکمل ضابطہ ہے۔ یہ قانون انتہائی جامع، مستند اور قابل نفاذ ہے۔ پاکستان میں وکلاء اور ماہرین قوانین کا ایک طبقہ موجود ہے جو انگریزی قانون کا مداح ہے۔ دراصل ان کی رسائی عربی سے ناواقفیت کی بناء پر فقہی کتب تک نہیں ہے اور نہ ہی اس ضمن میں اجتہاد کیا گیا۔ وقت کی ضرورت ہے کہ فقہ اسلامی کو جدید دور میں جدید انداز میں پیش کیا جائے۔ یہ سعی مسلسل اور محنت شاقہ سے ہی ممکن ہے۔ تاکہ ہمارے ماہرین قوانین اور عدالتیں ان سے استفادہ کر سکیں۔ سعودی عرب میں اسلامی قانون بڑے احسن انداز سے رائج ہے۔ پاکستان میں اس کا نفاذ وقت کی اہم ترین ضرورت ہے۔

اسلامی قانونِ محنتِ اُہرت

تالیف

مولانا مجیب اللہ ندوی

آجر اور اجیرہ - محنت اور سرمایہ - حکومت اور کارخانہ دار کے درمیان
پیدا ہونے والے اختلافات اور مسائل کا اسلامی حل اثتر اکیث،
سرمایہ دارانہ نظام اور اسلامی معاشی اور معاشرتی نظام کا ایک
پُر مغز تقابلی جائزہ - مزدوروں، سرمایہ کاروں اور حکومت کے
لیے یکساں مفید کتاب -

آفسٹ پیپر صفحات ۲۲۸ مضبوط جلد قیمت ۲۵/۰۰



پتہ

مرکز تحقیق دنیائے اسلام ٹرسٹ لائبریری، لاہور

اسلامی عیادت سے عدل نافذ کرنے والے ادارے

تالیف مولانا سید عبدالرحمن بخاری

اسلامی نظام عدل کے نفاذ

میں اہم ترین عنصر "عدل نافذ کرنے والے ادارے"

میں جب تک یہ ادارے پوری طرح اسلامی تربیت سے

آراستہ نہ ہوں اسلامی نظام عدل کا نفاذ ایک ایسا خواب ہے جو شاید

کبھی بھی شرمندہ تعبیر نہ ہو سکے۔ مولانا سید عبدالرحمن بخاری کا شمار ملک

کے نامور اصحابِ قلم میں ہوتا ہے۔ مولانا موصوف نے اس کتابچے میں اس

سلسلے میں نہایت مفید تجاویز پیش کی ہیں امید ہے کہ قارئین اور سرکاری آڈیٹ

ان سے کما حقہ استفادہ کریں گے۔

دنیا کا کوئی مذہب یا نظام اس کی مثال پیش نہیں کر سکتا۔ فاضل مؤ

نے قرآن و حدیث اور مستند تاریخی حوالوں سے اس کتابچے میں اسی

حقیقت کو اجاگر کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے ساتھ ہی موجودہ

حکومت غیر مسلم اقلیتوں کو جو مراعات دے رہی ہے ان کا بھی اجمالاً

تذکرہ ہے۔

کاغذ، کتابت و طباعت اعلیٰ۔

قیمت صرف چھ روپے۔

ناشر: مرکز تحقیق و ترویج اسلام، لاہور